فائل ۱۱۹
اشتیاق احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمود، فاروق، فرزانہ

اور — انسپکٹر جمشید سیریز

ناول نمبر ۱۷۵

فائل ۱۱۹

اشتیاق احمد

○

نام ناول ——— فائل ۱۱۹
طابع ——— اِشتیاق احمد
طبع اوّل ——— مئی ۱۹۹۴ء
کتابت ——— سعید نامدار
سرورق ——— طاہر ایس ملک
قانونی مشیر ——— اعجاز احمد ایڈووکیٹ
مطبع ——— عظیم علیم پرنٹرز
قیمت ——— دس روپے

حدیث شریف

حضرت ابنِ عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے،
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے منع کیا اس سے کہ آدمی
دو دو کھجوریں ملا کر کھائے، یہاں تک کہ اپنے ساتھیوں
سے (جو اس کے ساتھ کھا رہے ہوں) اجازت لے لے

سُنن ابنِ ماجہ شریف، جلد سوم
صفحہ نمبر ۶۷، حدیث نمبر ۲۱۶

(ے جب دوسرے آدمی بھی کھانے میں شریک ہوں،
دو دو تین تین کھجوریں ملا کر کھانے سے ممانعت فرمائی ہے،
کیونکہ یہ دُوسروں کو ناگوار ہو گا)

السلام علیکم!

پھر وہی دو باتیں — دھت تیرے کی — ہے کوئی تک — ناول ختم کرتے ہی دو باتوں کا بھوت میرے سامنے بلکہ میرے سر پر آ کھڑا ہوتا ہے — آپ مسکرائیے نہیں — میں مذاق نہیں کر رہا — آپ اس بھوت سے واقف نہیں — اس بھوت سے پوری دنیا میں صرف اور صرف میں واقف ہوں — اس لیے کہ ہر ماہ چار ناول لکھنا اور چاروں ناولوں کی دو باتیں لکھنا — گویا یہ بھوت ایک ماہ میں میرے سامنے چار بار آ کھڑا ہوتا ہے — اسے ذرا بھی خیال نہیں آتا — اگر یہ نہ آ کھڑا ہوا کرے تو اس کا کیا جاتا ہے — اتنا بھی نہیں سوچتا یہ۔ مگر وہ بھوت ہی کیا جو کچھ سوچ سکے — پھر تو وہ انسان کہلائے گا — اب تو میں سوچ رہا ہوں — ایک محاورہ میں بھی گھڑ دوں، دو

باتوں کے اس بھوت کے لیے — آج تک ناولوں میں محاورے استعمال کرتا رہا — اب محاورہ گھڑا تو کہیں یہ محاوروں کی قوم نہ برا مان جائے — جی ہاں! لیکن کم از کم میں یہ کہے بغیر نہیں رہوں گا — بھوت رے بھوت تیری کون سی کل سیدھی —

یقیناً اس کی کوئی کل سیدھی نہیں — سب کی سب الٹی بلٹی ہیں — اس معاملے میں تو یہ اونٹ سے بھی دو ہاتھ آگے نکل گیا ہے — یوں اونٹ سے دو ہاتھ آگے نکلنا بھی کوئی آسان کام نہیں اس معاملے میں — لیجیے — دو باتیں، بھوت سے اونٹ تک پہنچ گئیں — جیسے کسی زمانے میں میں ریڈیو سے چاند تک پہنچ گیا تھا — چاند تک پہنچ گیا تھا، اسی لیے تو "لوڈا پر حملہ" لکھ مارا تھا ... ورنہ — بس یہ دو باتیں اتنی ہی کافی ہیں — کہیں آپ کو بھی بھوت کی طرح نہ چمٹ جائیں —

یکم اپریل ۱۹۹۳ء

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ :

- یہ وقت نماز کا تو نہیں ___
- آپ کو سکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا ___
- کل آپ کا کوئی ٹسٹ یا امتحان تو نہیں ___
- آپ نے کسی کو وقت تو نہیں دے رکھا ___
- آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں۔ پہلے نماز اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو لیں، پھر ناول پڑھیں۔ شکریہ!

مخلص :

اشتیاق احمد

اہم معاملہ

بیگم جمشید باورچی خانے سے نکلیں اور سُن ہو کر رہ گئیں۔ صاف ستھرے فرش پر کیچڑ میں بھرے جُوتوں کے نشانات اُن کا مُنہ چڑا رہے تھے۔ بیرونی دروازہ اندر سے بدستور بند تھا — محمود، فارُوق اور فرزانہ کے کمرے کا دروازہ بھی بند تھا؛ تاہم اُن کی آوازیں وُہ سُن سکتی تھیں — وُہ جوش وخروش سے کسی معاملے پر گفتگو کر رہے تھے — اس وقت رات کے صرف آٹھ بجے تھے، لیکن یہ آٹھ سردیوں کے تھے۔ وُہ بھی شدید سردی کے — اُن دنوں پہاڑوں پر برف باری بہت زوروں پر تھی اور اس کا اثر پُورے مُلک میں تھا — غضب کی سردی تھی — لیکن جُوتوں کے یہ نشانات دیکھ کر اس سردی میں بھی پسینہ آگیا۔

انسپکٹر جمشید شہر سے کہیں باہر گئے ہوئے تھے اور رات میں ہی انھیں کسی وقت واپس پہنچنا تھا — لیکن

کس وقت، یہ انھیں معلوم نہیں تھا — شام چار بجے آئی جی نثار احمد صاحب نے فون کر کے انھیں بلایا تھا — اور وہیں سے انھوں نے گھر فون کیا تھا کہ ایک سرکاری کام سے دوسرے شہر جا رہا ہوں، رات میں کسی وقت لوٹوں گا —

ان نشانات کا مطلب تھا — گھر میں کوئی موجود تھا — لیکن وہ کون تھا اور کہاں تھا — انھوں نے اس کی تلاش میں نظریں دوڑائیں، جوتوں کے نشانات انسپکٹر جمشید والے خاص کمرے کی طرف جا رہے تھے — یہ کمرہ ان کے دفتر کا کام دیتا تھا — دفتر کے کاغذات اور دوسری چیزیں وہ اس کمرے میں رکھتے تھے — کمرے کے دروازے پر تالا بھی خاص قسم کا لگا ہوا تھا — لیکن اس وقت اس کمرے کا دروازہ قدرے کھلا دیکھ کر وہ دھک سے رہ گئیں — ان کا منہ اوپر کا اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا —

اس کا مطلب تھا — کوئی چھت کے راستے گھر میں داخل ہوا تھا اور سیدھا ان کے کمرے میں داخل ہو گیا تھا — گویا اسے گھر کے بارے میں بھی سب کچھ معلوم تھا — وہ دبے پاؤں اس کمرے تک گئیں — تھوڑے سے

کھلے دروازے میں سے انھوں نے اندر جھانکا، لیکن اندر کوئی نہیں تھا — دروازے کو ایک انگلی کے سرے سے دھکیل کر وہ بے دھڑک اندر داخل ہو گئیں — اور ان کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا —

انسپکٹر جمشید کی خفیہ کاغذات والی سیف کھلی پڑی تھی، اندر آنے والے شخص کا اندر نام و نشان تک نہ تھا — گھبراہٹ کے عالم میں وہ چلائیں:

"محمود، فاروق، فرزانہ — فوراً ادھر آؤ۔"

ان کی آواز گھر میں گونج کر رہ گئی — محمود، فاروق اور فرزانہ اپنی باتیں چھوڑ کر باہر نکل آئے اور ان کی طرف دوڑ کر آئے:

"کک — کیا ہوا امی جان — خیر تو ہے؟"

"غضب ہو گیا۔"

"غضب اور ہمارے گھر۔" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"کوئی چھت کے راستے اندر داخل ہوا اور اس سیف میں سے کچھ نکال کر لے گیا۔" وہ بولیں۔

"کچھ — کچھ سے آپ کی کیا مراد ہے؟" محمود فوراً بولا۔

"کچھ کاغذات — یا پھر کوئی اہم فائل۔"

"نن — نہیں — یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" فرزانہ چلائی۔

اور پھر وہ باہر کی طرف دوڑے ، پہلے بیرونی دروازے
تک آئے — وہ اندر سے بند تھا — اب وہ زینے کی طرف
لپکے — صحن میں انھیں جوتوں کے نشانات نظر آئے — ان
سے بچ کر وہ زینے تک پہنچے — منڈیر سے لے کر ایک
درخت تک انھیں ایک رسی کھنچی نظر آئی —

اس رسی کو دیکھ کر وہ سکتے میں آ گئے :

" اس کا مطلب ہے — وہ اپنا کام کر کے جا چکا ہے —
اور ہمیں کانوں کان خبر تک نہیں ہوئی ۔" محمود نے پریشان
آواز میں کہا ۔

" یہ — یہ بہت بُرا ہوا ۔" فرزانہ بڑبڑائی ۔

" آؤ پائیں باغ میں — شاید وہ کوئی سراغ چھوڑ گیا ہو ۔"

وہ دوڑ کر باغ میں پہنچے — لیکن وہاں انھیں کوئی
سُراغ نہ مل سکا —

" اب انکل اکرام کو فون کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں —
ان قدموں کے نشانات لے لینے چاہییں — چھت پر بھی شاید
قدموں کے نشانات ہوں گے — یا کوئی اور نشان ...."

محمود نے یہ کہ کر سب انسپکٹر اکرام کو فون کیا :

" السلام علیکم — سب انسپکٹر اکرام بات کر رہا ہوں ۔"

" انکل ! یہ میں ہوں — محمود — آپ فوراً فنگر پرنٹ

عملے کے ساتھ گھر آ جائیں — یہاں ایک عدد واردات
ہو گئی ہے ۔"

" کیا کہا — واردات ہو گئی ہے — وہ بھی گھر میں ۔"

" ہاں انکل — جلدی کریں ۔"

" مم — میں آ رہا ہوں ۔"

وہ ماہرین کے ساتھ وہاں پہنچ گیا — انھوں نے
اپنا کام شروع کر دیا — تمام نشانات جو مل سکے —
لے لیے گئے —

عین اس وقت فون کی گھنٹی بجی — وہ بُری طرح
ونکے — محمود نے آگے بڑھ کر ریسیور اُٹھا لیا :

" السلام علیکم ! محمود بات کر رہا ہوں ۔"

" محمود — تمھارے ابّا جان ابھی تک نہیں لوٹے ۔" دوسری
رف سے آئی جی شیخ نثار احمد صاحب نے گھبرائے ہوئے
داز میں کہا ۔

" جی نہیں انکل ۔"

" خیر — تم یوں کرو کہ فائلوں والی الماری میں سے
ل 119 نکال کر میرے دفتر آ جاؤ — ایک اہم معاملہ
پیش ہے ۔"

" جی — بہت بہتر — فائل 119 بتایا ہے نا آپ نے ؟"

کس وقت ، یہ انھیں معلوم نہیں تھا — شام چار بجے
آئی جی نثار احمد صاحب نے فون کر کے انھیں بلایا تھا —
اور وہیں سے انھوں نے گھر فون کیا تھا کہ ایک سرکاری
کام سے دوسرے شہر جا رہا ہوں ، رات میں کسی وقت
لوٹوں گا —

ان نشانات کا مطلب تھا — گھر میں کوئی موجود
تھا — لیکن وہ کون تھا اور کہاں تھا — انھوں نے اس
کی تلاش میں نظریں دوڑائیں ، جوتوں کے نشانات انسپکٹر
جمشید والے خاص کمرے کی طرف جا رہے تھے — یہ کمرہ
ان کے دفتر کا کام دیتا تھا — دفتر کے کاغذات اور
دوسری چیزیں وہ اس کمرے میں رکھتے تھے — کمرے کے
دروازے پر تالا بھی خاص قسم کا لگا ہوا تھا — لیکن
اس وقت اس کمرے کا دروازہ قدرے کھلا دیکھ کر وہ
دھک سے رہ گئیں — ان کا منہ اوپر کا اوپر اور نیچے
کا نیچے رہ گیا —

اس کا مطلب تھا — کوئی چھت کے راستے گھر میں
داخل ہوا تھا اور سیدھا ان کے کمرے میں داخل ہو
گیا تھا — گویا اسے گھر کے بارے میں بھی سب کچھ معلوم
تھا — وہ دبے پاؤں اس کمرے تک گئیں — تھوڑے سے

کھلے دروازے میں سے انھوں نے اندر جھانکا ، لیکن اندر
کوئی نہیں تھا — دروازے کو ایک انگلی کے سرے
سے دھکیل کر وہ بے دھڑک اندر داخل ہو گئیں — اور
ان کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا —

انسپکٹر جمشید کی خفیہ کاغذات والی سیف کھلی پڑی تھی ،
اندر آنے والے شخص کا اندر نام و نشان تک نہ تھا —
گھبراہٹ کے عالم میں وہ چلائیں :

" محمود ، فاروق ، فرزانہ — فوراً ادھر آؤ "

ان کی آواز گھر میں گونج کر رہ گئی — محمود ، فاروق
اور فرزانہ اپنی باتیں چھوڑ کر باہر نکل آئے اور ان کی
طرف دوڑ کر آئے :

" کک — کیا ہوا امی جان — خیر تو ہے ؟ "

" غضب ہو گیا "

" غضب اور ہمارے گھر " فاروق نے بوکھلا کر کہا —

" کوئی چھت کے راستے اندر داخل ہوا اور اس سیف
میں سے کچھ نکال کر لے گیا " وہ بولیں —

" کچھ — کچھ سے آپ کی کیا مراد ہے ؟ " محمود فوراً بولا —

" کچھ کاغذات — یا پھر کوئی اہم فائل "

" نن — نہیں — یہ کیسے ہو سکتا ہے " فرزانہ چلائی —

اور پھر وُہ باہر کی طرف دوڑے، پہلے بیرونی دروازے
تک آئے — وُہ اندر سے بند تھا — اب وہ زینے کی طرف
لپکے — صحن میں انھیں جُوتوں کے نشانات نظر آئے — ان
سے بچ کر وہ زینے تک پہنچے — منڈیر سے لے کر ایک
درخت تک انھیں ایک رسی کھنچی نظر آئی —

اس رسی کو دیکھ کر وہ سکتے میں آ گئے:

"اس کا مطلب ہے — وُہ اپنا کام کر کے جا چکا ہے —
اور ہمیں کانوں کان خبر تک نہیں ہوئی۔" محمود نے پریشان
آواز میں کہا۔

"یہ — یہ بہت بُرا ہوا۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"آؤ پائیں باغ میں — شاید وہ کوئی سراغ چھوڑ گیا ہو۔"

وُہ دوڑ کر باغ میں پہنچے — لیکن وہاں انھیں کوئی
سُراغ نہ مل سکا —

"اب انکل اکرام کو فون کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں —
ان قدموں کے نشانات لے لینے چاہییں — چھت پر بھی شاید
قدموں کے نشانات ہوں گے — یا کوئی اور نشان ..."

محمود نے یہ کہ کر سب انسپکٹر اکرام کو فون کیا:

"السلامُ علیکم — سب اِنسپکٹر اکرام بات کر رہا ہُوں۔"

"انکل! یہ میں ہُوں — محمود — آپ فوراً فنگر پرنٹ

عملے کے ساتھ گھر آ جائیں — یہاں ایک عدد واردات
ہو گئی ہے۔"

"کیا کہا — واردات ہو گئی ہے — وُہ بھی گھر میں۔"

"ہاں انکل — جلدی کریں۔"

"مم — میں آ رہا ہُوں۔"

وُہ ماہرین کے ساتھ وہاں پہنچ گیا — انھوں نے
پنا کام شروع کر دیا — تمام نشانات جو مل سکے —
ے لیے گئے —

عین اس وقت فون کی گھنٹی بجی — وہ بُری طرح
نکے — محمود نے آگے بڑھ کر ریسیور اُٹھا لیا:

"السلامُ علیکم! محمود بات کر رہا ہوں۔"

"محمود — تمھارے ابا جان ابھی تک نہیں لوٹے۔" دوسری
رف سے آئی جی شیخ نثار احمد صاحب نے گھبرائے ہوئے
راز میں کہا۔

"جی نہیں انکل۔"

"خیر — تم یُوں کرو کہ فائلوں والی الماری میں سے
ں 119 نکال کر میرے دفتر آ جاؤ — ایک اہم معاملہ
پیش ہے۔"

جی — بہت بہتر — فائل 119 بتایا ہے نا آپ نے؟"

"ہاں! جس قدر جلد ممکن ہو۔"

"بہت بہتر سر۔" اس نے کہا اور دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔

وہ ان کی طرف مڑا:

"انکل شیخ نثار احمد تھے — فائل ۱۱۹ دفتر منگوا رہے ہیں"

"یہ دھوکا بھی ہو سکتا ہے — ان کی آواز میں کو
اور بھی فون کر سکتا ہے — لہٰذا پہلے انھیں فون کر
تصدیق کر لو۔" فرزانہ نے حد درجے سنجیدہ انداز میں کہا۔

"بات تو ٹھیک ہے۔" فاروق نے فوراً کہا۔

محمود نے سر ہلایا اور فون کی طرف لپکا — آئی جی صاحب کے نمبر ملائے — دوسری طرف سے ان کی آواز سن کر اس نے کہا:

"کیا آپ نے ابھی ابھی مجھے فون کیا تھا؟"

"نہیں تو، لیکن بس کرنے ہی والا تھا۔"

"جی کیا مطلب — کرنے ہی والا تھا — آخر کیوں — وجہ

"فائل ۱۱۹ لے کر فوراً میرے دفتر آ جاؤ — جمشید ابھی واپس آیا نہیں ہو گا۔"

"جی ہاں! یہی بات ہے۔"

"تو بس پھر — تم تینوں خود فائل لے کر یہاں آ

اور دیکھو — فائل بہت اہم ہے — اس لیے بہت احتیاط کی ضرورت ہے — کوئی راستے میں ہی نہ اچک لے۔"

"آپ فکر نہ کریں۔"

ریسیور رکھ کر محمود ان کی طرف مڑا — اس کے چہرے سے پریشانی صاف جھلک رہی تھی:

"فون آئی جی صاحب نے نہیں کیا تھا — وہ کوئی اور تھا — لیکن اب آئی جی صاحب نے بھی ہدایت وہی دی ہے — کہ فائل نمبر ۱۱۹ لے کر ان کے دفتر پہنچ جائیں۔ گویا اس فائل کو راستے میں سے اڑانے کی تیاریاں مکمل کی جا چکی ہیں — کیا ان حالات میں ہمیں فائل لے جانی چاہیے؟"

"نہیں — انھیں ساری صورتِ حال بتا کر پہلے فورس منگوائی جائے اور پھر فائل ان کی حفاظت میں لے جائی جائے۔"

"یہ ٹھیک رہے گا۔"

ایک بار پھر آئی جی صاحب کو فون کیا گیا — اور جب محمود نے گھر میں ہونے والے واقعے اور اس پُراسرار فون کے بارے میں بتایا تو وہ دھک سے رہ گئے، پھر انھوں نے کہا:

"اچھی بات ہے — میں خود بھیج رہا ہوں — اس
کے ساتھ بند گاڑی بھی ہو گی — تم تینوں اور اگر
فائل لے کر اس بند گاڑی میں بیٹھ جاؤ گے — اس
گاڑی کا دروازہ صرف دفتر آ کر ہی کھولا جا سکے گا۔"

"جی — کیا مطلب — کیا کوئی راستے میں کھولنا چاہے
تو کیا نہیں کھول سکے گا؟"

"ہاں: نہیں کھول سکے گا۔"

"تب پھر ہمیں بٹھانے کے لیے کس طرح کھولا جا
گا؟" محمود نے کہا۔

"دروازہ یہاں سے کھول کر بھیجا جائے گا اور ج
ایک بار بند کر دیا جائے گا تو پھر اسے صرف یہاں
کھولا جا سکے گا۔"

"یہ ٹھیک رہے گا۔" محمود بولا۔

"انتظار کرو — اور ہاں! کیا تم یہ دیکھ چکے ہو کہ
نمبر ۱۱۹ موجود تو ہے — کیا خبر — وہ اجنبی وہی فائل
گیا ہو۔"

"کیا — نہیں۔" وہ چلایا اور پھر ریسیور رکھ کر سیف
طرف دوڑا — انسپکٹر جمشید ہر چیز ترتیب سے رکھنے
عادی تھے — اس نے جلدی جلدی فائلیں دیکھنا شر

کیں — اور پھر فون کے پاس آ کر بولا:

"فائل ۱۱۹ موجود ہے۔"

"بہت خوب — اس کا مطلب ہے — وہ کوئی اور چیز
لے گیا ہے — اور اس کے بارے میں انسپکٹر جمشید ہی بتا
سکے گا۔"

"جی ہاں! یہی بات ہے۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔" یہ کہہ کر انھوں نے ریسیور رکھ دیا۔

"نہ جانے کیا بات ہے — میرا دل بُری طرح دھڑک
رہا ہے۔" فرزانہ نے پریشان آواز میں کہا۔

"کوئی بات نہیں، دل کا کام تو ہے ہی دھڑکنا۔"

"لیکن یہ دھڑکنا ذرا دُوسری قسم کا ہے۔"

"دوسری قسم کا ہو یا تیسری قسم کا — ہم کیا کر سکتے
ہیں۔" فارُوق نے منہ بنایا۔

"کاش! ابّا جان آج شہر سے باہر نہ ہوتے۔"

"وہ بھی آ جائیں گے — آج رات ہی کسی وقت انھیں
واپس آنا ہے۔"

"اور انکل ابھی آپ کو یہاں چوری کی رپورٹ بھی
درج کرانا ہے۔"

"یہ بھی ہو جائے گا — لیکن انسپکٹر صاحب کے آنے

پڑ۔ کیونکہ یہ تو وہی بتائیں گے۔ کہ کیا کچھ چوری ہوا ہے۔"

"محمود۔ تم ذرا ترتیب سے دیکھو۔ کوئی فائل غائب تو نہیں ہے۔" فرزانہ بولی۔

"تم بھی کمال کرتی ہو۔ ہر نمبر کی فائل تو یہاں موجود نہیں ہے۔ کوئی نمبر ہو گا، کوئی نہیں ہو گا۔" اس نے جھلا کر کہا۔

"ہاں! یہ بات بھی ہے۔"

"اس آدمی کا سُراغ لگا کر مجھے بہت خوشی ہو گی۔ اور اس سے مل کر اس سے بھی زیادہ خوشی ہو گی۔ اور اگر دو دو ہاتھ کرنے کا موقع مل گیا تو خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہ جائے گی۔" فارُوق نے جلدی جلدی کہا۔

"پھر کیا مزا آئے گا۔ جب اس کی انتہا ہی نہیں رہ جائے گی۔" فرزانہ نے اسے گھورا۔

"یہ میرا اور مزے کا معاملہ ہے۔ تمھیں کیا؟"

"اچھی بات ہے۔ لوٹتے رہو مزے۔" فرزانہ نے پاؤں پٹخے۔

جلد ہی باہر گاڑیاں رُکنے کی آواز سنائی دی۔ انھوں نے باہر نکل کر دیکھا۔ پولیس کی گاڑیوں کے درمیان ایک بند گاڑی بھی موجود تھی۔ محمود نے فوراً فائل اُٹھائی، پھر انھوں نے مل کر اپنی والدہ کو السلامُ علیکم کہا اور اکرام سمیت باہر آئے۔

فائل محمود کے ہاتھ میں تھی۔ وہ بند گاڑی میں سوار ہو گئے۔ دروازہ بند کر دیا گیا۔ اب اس کے اندر صرف وہ چاروں تھے اور فائل نمبر ۱۱۹۔

پھر گاڑیاں وہاں سے روانہ ہوئیں۔ گاڑیوں کو روانہ ہوئے ابھی صرف پانچ منٹ گزرے تھے کہ بیگم جمشید نے پھر گھر کے باہر گاڑیاں رکنے کی آوازیں سُنیں۔ ان کے کان کھڑے ہو گئے۔ وہ لپک کر دروازے پر آئیں۔ سوراخ سے باہر دیکھا۔ تو پولیس کی گاڑیاں اور ایک بند گاڑی نظر آئی، ان کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ اسی وقت دستک ہوئی۔ انھوں نے دروازہ کھولا تو ایک آفیسر نے کہا:

"آئی جی صاحب نے گاڑیاں بھیجی ہیں۔ اور بند گاڑی بھی۔ فائل سمیت اس بند گاڑی میں بیٹھ جائیں۔"

بدتمیز تہ خانہ

" ایک منٹ ٹھہریں۔" انھوں نے دھک دھک کرتے دل کے ساتھ کہا اور پھر دروازہ اندر سے بند کرکے فون تک آئیں، آئی جی صاحب کے نمبر ملائے اور بولیں:

" بیگم جمشید بات کر رہی ہوں بھائی جان۔"

" کیا حال ہے بھابی۔ خیر تو ہے؟"

" آپ نے گاڑیاں ایک بار بھیجی ہیں یا دو بار؟"

" کیا مطلب۔ بھلا ایک فائل کے لیے دو بار گاڑیاں بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔" انھوں نے چونک کر کہا۔

" تب پھر پانچ منٹ پہلے جو پولیس کی گاڑیاں آئی تھیں۔ اکرام اور وہ تینوں فائل سمیت اس میں بیٹھ گئے تھے۔ اور اب پھر ہمارے دروازے پر گاڑیاں موجود ہیں اور ان میں بھی ایک عدد بند گاڑی موجود ہے۔"

" کیا مطلب؟" وہ زور سے اچھلے۔

" مطلب یہ کہ۔ اب مطلب تو آپ خود سمجھ جائیں۔"

" آپ باہر موجود آفیسر سے کہیں، مجھ سے بات کرے۔"

" اچھا۔" انھوں نے کہا، پھر دروازے پر آئیں اور اس کو کھول کر آئی جی صاحب کا پیغام انھیں دیا۔ انھوں نے فوراً وائرلیس پر رابطہ کیا۔ اور آخر وائرلیس سیٹ ایک ہاتھ اندر کرکے انھیں تھما دیا:

" آئی جی صاحب آپ سے سیٹ پر بات کریں گے۔"

" جی بھائی جان۔" وہ بولیں۔

" ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھیں نقلی پولیس اور نقلی پولیس گاڑیاں اچک لے گئی ہیں۔ کیونکہ یہ والی گاڑیاں اصلی ہیں۔"

" میرا بھی یہی خیال تھا۔" وہ بولیں۔

" لیکن آپ کو فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ فوری طور پر پورے شہر میں ان کی تلاش شروع کی جا رہی ہے، ہمیں امید ہے۔ آن کی آن میں انھیں برآمد کر لیا جائے گا۔" انھوں نے کہا۔

" لیکن فائل کا کیا بنے گا؟"

" اس کی فکر ان سے زیادہ ہے، لیکن ہم کر ہی کیا سکتے ہیں۔"

" آخر فائل ۱۱۹ میں ہے کیا؟"

"ایک خفیہ فائل — اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا جا سکتا۔"

"لیکن اب تک تو وہ دشمنوں کے ہاتھوں میں جا چکی ہو گی۔" انھوں نے کہا۔

"ابھی نہیں — گاڑیاں اتنی آسانی سے نہیں چھپائی جا سکتیں۔"

"آپ جانیں — میں ان لوگوں کو نہ تو فائل دے سکتی ہوں، نہ محمود، فاروق، فرزانہ اور اکرام۔"

"ٹھیک ہے — ہم دیکھ لیں گے — آپ صرف ایک کام کیجیے گا — جونہی جمشید آئے، اس سے کہیں، مجھ سے فون پر بات کر لے — یا محمود، فاروق، فرزانہ اور اکرام کی واپسی ہو جائے تو وہ بھی فوراً رابطہ کریں۔"

"او کے سر۔"

"آپ مجھے سر نہیں بھائی کہا کرتی ہیں۔" انھوں نے گویا یاد دلایا اور ان حالات میں بھی وہ مسکرا دیں — شاید آئی جی صاحب بھی مسکرائے تھے اور پھر انھوں نے سلسلہ کاٹ دیا۔

گاڑیاں واپس چلی گئیں — انھوں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور باقی دروازوں پر بھی ایک نظر ڈالی — پھر اوپر چھت پر آئیں — انھوں نے اس رسی کو بھی کاٹ

دیا — جو فائل اڑا لے جانے والے نے پھنسائی تھی — زینے کا دروازہ بھی اندر سے بند کیا اور نیچے کی طرف چلیں — لیکن جونہی انھوں نے فرش پر قدم رکھا — ان کے حواس پوری طرح بیدار ہو گئے — رونگٹے کھڑے ہو گئے اور مساموں سے پسینہ پھوٹ نکلا —

کیونکہ وہاں کوئی موجود تھا —

"ارے ارے — یہ بند گاڑی تو غلط سمت میں مڑ گئی۔" اکرام نے چونک کر کہا۔

"بس تو پھر — اس فائل کا اللہ مالک ہے۔" فرزانہ نے پُرسکون آواز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"اس بند گاڑی میں مطلب بھی کچھ بند بند سا لگے گا۔" فرزانہ نے کہا۔

"کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"پہلے دروازہ اندر سے بند کر لو — اور ڈرائیور والی دیوار کو دھڑ دھڑاؤ — معلوم تو ہو، ان کے کانوں پر

جُوں رینگتی ہے یا نہیں۔"
محمود تیزی سے اٹھا، اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا، پھر ڈرائیور والی دیوار پر لگا دھپ دھپ کرنے لیکن کسی نے اس طرف توجہ دینے کی کوشش نہ کی۔

"بس کرو — واپس آ جاؤ — ان تلوں میں تیل نہیں۔" فرزانہ مسکرائی۔

"تلوں میں یا ان کے کانوں میں؟" فاروق نے بھنّا کر کہا۔

"ایک ہی بات ہے — یہ نقلی پولیس والے ہیں — یہ سارا منصوبہ فائل اڑانے کا تھا۔"

"تب پھر وُہ کون تھا جو ہمارے گھر میں نہایت خاموشی سے داخل ہوا تھا اور اپنا کام کر کے واپس چلا گیا تھا، آخر وُہ کیا کرنے آیا تھا — اگر آج کے دن وہ یہی فائل ۱۱۹ لینے آیا تھا تو وُہ کوئی اور چیز کیوں لے گیا۔"

"بھئی وہ کسی اور چکر میں آیا ہو گا — ہمارے گھر میں آخر اور بھی تو فائلیں ہیں — اور بھی تو چیزیں ہیں۔"

"ایک اور بات! اگر یہ گاڑیاں اور پولیس نقلی ہے تو اصلی والے تو ابھی گھر پہنچنے والے ہوں گے — اور آئی۔جی صاحب کو بہت جلد اس جعل سازی کا پتا چلنے والا

ہے — پھر بھلا ان کے لیے یہ اتنی بہت سی گاڑیاں پکڑنا کیا مشکل کام ہو گا۔"

"پتا نہیں — یہ کام ان کے لیے مشکل ثابت ہو گا — یا آسان — آخر ان لوگوں نے بھی تو کچھ سوچ کر ہی یہ قدم اُٹھایا ہو گا۔"

"ابھی تک اس کیس کی کوئی بات پلّے نہیں پڑی — پہلے ہمارے گھر میں کوئی نا معلوم شخص داخل ہوا اور ابّا جان کے دفتری کمرے میں کوئی گڑبڑ کر کے چلتا بنا۔ پھر دفتر سے فون آیا کہ فائل ۱۱۹ لے کر فوراً دفتر پہنچنا ہے — اور فائل ۱۱۹ وہاں موجود ملی — لیکن گاڑیاں ہمارے دروازے پر نقلی پہنچیں — آخر یہ سب کیا ہے؟" محمود نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"میں وضاحت کر سکتی ہوں۔"

"اس سے اچھی بات بھلا اور کیا ہو سکتی ہے۔" اکرام خوش ہو کر بولا۔

"لیکن اس بند گاڑی میں۔" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کیوں بند گاڑی میں کیا بات ہے — کیا وضاحت کی ٹانگ ٹوٹ جائے گی؟" محمود نے اسے گھورا۔

"ٹانگ کا تو پتا نہیں — ہاں سر ضرور ٹوٹ سکتا ہے۔" فاروق سنجیدہ لہجے میں بولا۔

"دیکھ رہے ہو — ہم کن حالات سے دو چار ہیں اور پھر بھی اِدھر اُدھر کی ہانک رہے ہو — کچھ تو خیال کرو۔"

"چلو کر لیتا ہوں — میرا کیا جاتا ہے — ہاں فرزانہ، تم کیوں چُپ ہو — وضاحت کی وضاحت کرو نا۔" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"تم کرنے دو تب نا۔"

"لو — میں بالکل خاموش ہوں — موت کی حد تک خاموش" اس نے حد درجے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"نہ نہ بھئی — اس حد تک خاموش ہونے کی ضرورت نہیں۔" اکرام گھبرا گیا۔

"آپ بھی کمال کرتے ہیں انکل — یہ حضرت اور اس حد تک خاموش ہو جائیں گے — چلو فرزانہ بتاؤ۔"

"لیکن اس میں چلنے کی کیا ضرورت ہے اور پھر وہ بھی چلتی گاڑی میں۔" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"حد ہو گئی — یعنی کہ..." فرزانہ نے منہ بنا کر کہا۔

"میں نے کہا تھا — یہ حضرت اور موت کی حد تک خاموش ہو جائیں — ہو ہی نہیں سکتا۔"

عین اس وقت گاڑی رک گئی — اور دروازے کا تالا کھلنے کی آواز سنائی دی، پھر دروازہ کھولنے کی کوشش کی گئی — بند پا کر کسی نے چلّا کر کہا:

"ارے — یہ کیا مذاق ہے — دروازہ کھولو۔"

"مذاق ہم نے نہیں — آپ نے کیا ہے — کیا ہم پولیس اسٹیشن میں موجود ہیں — محکمہ سراغرسانی کے دفتر میں موجود ہیں — یا کہاں ہیں — پہلے تو آپ یہ بتائیں۔"

"باہر نکل کر دیکھ ہی لو گے کہ کہاں ہو۔" باہر سے کہا گیا۔

"باہر نکلیں گے تب نا۔"

"کیا مطلب — گویا تم باہر نہیں نکلو گے۔"

"نہیں — اس لیے کہ ہمارے ساتھ فائل ۱۱۹ بھی تشریف فرما ہیں — اگر یہ ہمارے ساتھ نہ ہوتیں تو ہم ضرور دروازہ کھول کر آپ لوگوں کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور پوچھتے آپ سے — ہاں جناب! آپ کیا چاہتے ہیں؟" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"حد ہو گئی — اتنی لمبی بات۔" محمود تلملا اُٹھا۔

"ارے تو اب جلدی کس بات کی ہے بھئی۔" فاروق نے اسے گھورا۔

"بات معقول ہے۔" فرزانہ مسکرائی۔

"فاروق کی بات اور معقول — کیا کہ رہی ہو۔" محمود نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"بھئی اس وقت ہمیں ان کا وقت ضائع کرنا ہے۔ کیونکہ پولیس کی گاڑیاں اب تک ہماری تلاش وسیع پیمانے پر شروع کر چکی ہوں گی۔"

"اس خوش فہمی کو دل و دماغ سے نکال دو۔"

"صرف دماغوں سے نکلوا لو — دلوں سے ہم نہیں نکالیں گے۔" فاروق چہکا۔

"کیا بکواس ہے — دروازہ کھولو — ورنہ کاٹ دیا جائے گا۔" باہر سے دھمکی دی گئی۔

"کیا کہا — کیا کاٹ دیا جائے گا؟"

"یہ دروازہ اور کیا۔"

"ہم سمجھے تھے — ہمیں کاٹ دیا جائے گا۔"

"اس کی باری بعد میں آئے گی — یعنی دروازے کے بعد۔"

"آخر آپ لوگ چاہتے کیا ہیں؟"

"ہاں! یہ سوال پوچھا ہے — تم نے کام کا۔" محمود بولا۔

"چلو شکر کرو اور اسے سنبھال کر رکھ لو۔"

"کک — کس کو؟"

"اسی سوال کو — جو کام کا ہے — کام آئے گا۔"

"تم پاگل تو نہیں ہو۔" باہر سے جھلّا کر کہا گیا۔

"بہت سے دوسرے لوگوں کا خیال بھی اس کے بارے میں یہی ہے۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"ہاں اور کیا — فرزانہ تم اس کی وجہ سے پہلے وضاحت نہیں کر سکیں اور اب ہم ان سے صحیح طرح سے بات نہیں کر پا رہے۔"

"میری وجہ سے — کمال ہے — بلکہ الزام ہے — ہم اس دروازے کی وجہ سے صحیح طرح سے بات نہیں کر پا رہے — اس لیے کہ وہ بند ہے — دروازہ کھول کر دیکھ لو — کس قدر صحیح بات ہوتی ہے ان کے اور ہمارے درمیان۔" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"اچھا بابا — تم ہی ٹھیک کہتے ہو — اب تو ذرا زبان کو دانتوں تلے دبا لو۔"

"اگر کٹ گئی تو — تمہارا کیا جائے گا — زبان سے تو میں ہاتھ دھو لوں گا۔" اس نے بھنّا کر کہا۔

"لیجیے — اب زبان سے بھی ہاتھ دھلنے لگے۔"

"پتا نہیں — ابھی کس کس چیز سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔"

"بے کار ہے دوستو — بالکل بے کار۔" باہر سے ہنس کر کہا گیا۔

"کیا بے کار ہے — اور بالکل بے کار کیا ہے؟" فاروق
کے لہجے میں حیرت تھی۔

"تم لوگ جتنا جی چاہے، وقت برباد کر لو — اصل
پولیس نہیں آئے گی۔"

"لیکن کیوں نہیں آئے گی؟"

"اس لیے کہ گاڑیاں اب نہ تو سڑک پر ہیں — نہ
کسی عمارت کے سامنے۔"

"ارے تو کیا کسی عمارت کے اندر ہیں — اس صورت میں
بھی پولیس یہاں ضرور آ جائے گی۔"

"غلط سمجھے — گاڑیاں اس وقت ایک تہ خانے میں ہیں
اور تہ خانے کا خفیہ دروازہ بند ہے — اب تم خود ہی سوچ لو"

"ارے باپ رے — اس قدر بدتمیز تہ خانہ" فاروق
نے گھبرا کر کہا۔

"بدتمیز تہ خانہ — یہ — یہ تم نے کیا کہا۔"

"شش — شاید زبان پھسل گئی — میں لمبا تہ خانہ کہنا چاہتا
ہوں گا۔"

"اچھا ہم اگر دروازہ کھول کر باہر آ جاتے ہیں تو
ہمارے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟"

"کرنا کرانا کیا ہے — فائل لے لیں گے اور تم لوگوں

جانے دیں گے۔"

"گویا فائل کے بدلے ہمیں رہائی مل جائے گی۔"

"ہاں بالکل۔"

"تب یہ رہائی ہمیں منظور نہیں — ہم اس بند گاڑی
میں ٹھیک ہیں۔"

"اس کا دروازہ گیس سے ابھی کاٹ دیا جائے گا۔"

"اوہو اچھا — اس میں تو آپ کا خرچ ہو گا — اس
سے بہتر ہے، ہم خود ہی دروازہ کھول دیں۔" فاروق نے
فوراً کہا اور اٹھ کر دروازے کی طرف چلا۔

"ارے — دماغ تو نہیں چل گیا۔" محمود نے اسے کمر
سے پکڑ لیا۔

"اوہ ہاں! میں تو بھول ہی گیا — دیکھو مسٹر — اگر
تم نے دروازہ کاٹنے یا توڑنے کی کوشش کی تو ہم بھی
اس کے جواب میں ایک کوشش کر گزریں گے۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونک کر ایک ساتھ بولے اور اس
کے ساتھی مسکرا دیے۔

"ہماری کوشش ذرا اور قسم کی ہو گی۔"

"مثلاً — کس قسم کی — ذرا ہم بھی تو سنیں۔" باہر سے
ہنس کر کہا گیا۔

" اگر آپ لوگ دروازہ توڑنے کی کوشش کریں گے ت
ہم اس فائل کو جلا دیں گے۔"

" کیا کہا — جلا دیں گے۔" باہر سے عجیب انداز میں کہا گ

" ہاں! جلا دیں گے — تاکہ یہ آپ کے ہاتھ نہ لگ

" ہاہاہاہا۔" باہر قہقہے شروع ہو گئے۔

" یہ بے موسمی قہقہے کچھ اچھے نہیں لگتے — ہر چیز اپ
موسم پر ہی اچھی لگتی ہے۔" محمود نے منہ بنایا۔

" ہم دروازہ کاٹنا شروع کر رہے ہیں۔"

" تو ہم بھی لائٹر جلا رہے ہیں — تاکہ فائل کو جلانا ش
کر سکیں — کم از کم ایک آدھ منٹ تک آگ ہی تاپیں گے

" یہی تو ہم چاہتے ہیں۔" باہر سے ہنس کر کہا گیا۔

" کیا مطلب — کیا چاہتے ہیں آپ؟"

اس مرتبہ انھوں نے ایک ساتھ کہا — مارے حیر
کے اب ان کا بُرا حال ہوتا جا رہا تھا۔

اصلی چیز

وہ جو کوئی بھی تھا — اسی کمرے میں تھا — اور کمرے کا دروازہ اس نے اندر سے بند نہیں کیا تھا — بیگم جمشید فوراً اس کی طرف لپکیں:

" اے مسٹر — کون ہو تم؟" وہ چلّائیں — اس کی کمر ان کی طرف تھی — ان کی آواز سُن کر وہ پُر سکون انداز میں ان کی طرف مُڑا —

انھوں نے دیکھا — وہ لمبے چوڑے قد کا ایک آدمی تھا — اس کے چہرے پر ایک طنزیہ مسکراہٹ تھی جو انھیں غصّہ دلانے لگی، لیکن وہ منہ سے کچھ نہ بولا:

" میں نے پوچھا ہے — کون ہو تم؟"

" اب میں آپ کو اپنا نام تو بتا نہیں سکتا — ہاں! کام ضرور بتا سکتا ہوں۔"

" کام میں جانتی ہوں — چور ہو، اُچکے ہو۔"

"جب جانتی ہیں تو پھر پوچھ کیوں رہی ہیں۔"

"پوچھ یہ رہی ہوں — کہ اس کمرے میں کیا کر رہے ہو — پہلے بھی شاید تم ہی آئے تھے۔"

"اگر آیا تھا تو کیا ہے — اصلی چیز کی تلاش میں اگر مجھے سو بار بھی آنا پڑا تو آؤں گا۔"

"اور تم کس چیز کی تلاش میں ہو؟"

"فائل ۱۱۹ کی۔"

"تب تم وقت برباد کر رہے ہو اپنا — فائل ۱۱۹ اب یہاں نہیں ہے، وہ یہاں سے لے جائی جا چکی ہے۔" انھوں نے منہ بنایا۔

"فائل تو ایک میں بھی یہاں سے لے گیا تھا، لیکن اپنے ٹھکانے پر جا کر پتا چلا — وہ اصلی فائل ۱۱۹ نہیں ہے — بلکہ نقلی ہے۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکیں۔

"اب اس میں مطلب کس بات کا بتاؤں۔" اس نے جھلا کر کہا۔

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ جو فائل تم یہاں سے لے گئے تھے، وہ نقلی ثابت ہوئی۔"

"ہاں! یہی بات ہے اور اب میں اصلی کی تلاش میں

آیا ہوں۔"

"حیرت ہے — یہ کیسے ہو سکتا ہے — آخر ہمارے گھر میں کتنی ۱۱۹ نمبر کی فائلیں ہیں — ایک فائل تم لے گئے — ایک میرے بچے آئی جی صاحب کے دفتر کے لیے یہاں سے لے گئے — اور اب تم پھر یہاں موجود ہو — تو کیا یہاں کوئی تیسری فائل ۱۱۹ بھی موجود ہے۔"

"اصلی فائل ابھی گھر میں ہی کہیں ہے — آپ کے بچے جو فائل لے گئے، وہ بھی اصلی نہیں ہے۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

"آپ کے شوہر دنیا کے ذہین ترین آدمی ہیں — انھیں معلوم ہو گیا تھا کہ فائل ۱۱۹ کو اڑانے کی کوشش کی جائے گی، لٰہذا انھوں نے اس کی دو یا تین نقلی کاپیاں تیار کروا لیں اور گھر میں رکھ دیں — اور اب سوال یہ ہے کہ اصلی کہاں ہے — میں اسی کی تلاش میں ہوں۔"

"لیکن یہ میرا گھر ہے — اور میری مرضی کے خلاف یہاں کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔"

"آپ مجھے روک بھی کس طرح سکتی ہیں — چپ چاپ ایک طرف بیٹھ جاؤ اور مجھے اپنا کام کرنے دو — میں عورتوں پر ہاتھ اٹھانے کا عادی نہیں ہوں — شریف

مجرم ہوں۔"

بیگم جمشید نے ایک لمحے کے لیے اس کی طرف دیکھا۔ اور پھر باورچی خانے کی طرف قدم اٹھانے لگیں:

"کہاں جا رہی ہیں؟"

"باورچی خانے میں ــ اپنا کام کرنے۔"

"ہاں! یہ ٹھیک ہے ــ کوئی مزے دار سی چیز میرے لیے بھی تیار کر دیں ــ آخر میں آپ کا مہمان ہوں۔"

"ضرور ــ کیوں نہیں۔" وہ بولیں اور باورچی خانے میں گھس گئیں۔

چند منٹ بعد ہی بیگم جمشید نے کھانے کی ٹرے اس کے سامنے رکھ دی:

"اوہو کمال ہے ــ اس قدر جلد کھانے کی چیزیں تیار کر لائیں۔"

"ہاں! میں ہر چیز ریڈی میڈ رکھتی ہوں ــ کسی کھانے کا نام میرے سامنے لے دیا جائے تو صرف تین منٹ بعد وہ کھانا میں تیار کر دیتی ہوں۔" وہ مسکرائیں۔

"تب آپ حیرت انگیز عورت ہیں ــ لیکن میں جانتا ہوں ــ آپ نے اس میں کوئی بے ہوشی کی دوا بھی ملا دی ہے، تاکہ میں کھا کر بے ہوش ہو جاؤں اور آپ فون

کر کے پولیس کو بلالیں۔"

"مجھے ایسا کرنے کی ضرورت نہیں ــ میں آپ کو خود اپنے ہاتھوں سے روک سکتی ہوں۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"آپ اب یہاں سے جا نہیں سکتے ــ جیل ہی جائیں گے۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"آپ نے خود کو مہمان کہا تھا ــ اس لیے میں نے یہ تیار کر دیا ــ اس کے بعد میں آپ کو قانون کے حوالے کروں گی۔"

"ارے نہیں ــ آپ ایسا نہیں کر سکتیں۔"

"کیوں ــ میں ایسا کیوں نہیں کر سکتی ــ مجھے کون روکے گا ایسا کرنے سے، آپ میرے گھر میں غیر قانونی طور پر داخل ہوئے ہیں ــ ارے!" وہ زور سے چونکیں۔

"کیوں کیا ہوا؟"

"آپ اندر کس وقت داخل ہوئے؟"

"جب آپ کے بچے فائل لے کر جا رہے تھے ــ آپ انھیں رخصت کر رہی تھیں تو میں پائیں باغ کے ذریعے آپ کی چھت پر پہنچ چکا تھا ــ اور جب آپ چھت پر آ گئی تھیں، تاکہ اس رسی کو کاٹ دیں تو میں اس وقت

نیچے پہنچ چکا تھا۔"

"آپ میرے گھر سے اس حد تک واقف کس طرح ہیں؟"

"اس کام سے پہلے آپ کے گھر کا سروے کیا تھا۔ آپ کے گھر کی بجلی میں گڑبڑ کی تھی — تاکہ مجھے تفصیل سے اندر کا حصّہ دیکھنے کا موقع مل سکے — پھر جب آپ نے الیکٹریشن کمپنی کو فون کیا تو میں وہاں پہلے سے موجود تھا، ان سے درخواست کر رہا تھا کہ میں بے روزگار ہوں۔ مجھے کوئی کام دے دیا جائے — بس انھوں نے مجھے ہی بھیج دیا۔"

"اور اگر وہ آپ کو نہ بھیجتے تو آپ کیا کرتے؟"

"پھر میں کوئی اور چکر چلاتا — اس سلسلے میں آپ اپنے ذہن کو پریشان نہ کریں۔"

"اچھی بات ہے — نہیں کروں گی میں خود کو پریشان، آپ کھانا کھائیں — میں پولیس کو فون کرتی ہوں۔" انھوں نے کہا اور فون کی طرف بڑھیں۔

اس نے انھیں روکنے کی کوشش نہیں کی — انھیں اس بات پر بھی حیرت ہوئی — لیکن جونہی انھوں نے ریسیور اُٹھایا — وُہ جان گئیں — فون کا تار کاٹ دیا گیا تھا۔

"کیوں — کیا نہیں فون؟"

"کوئی بات نہیں — میرے پاس اور بھی ذریعے ہیں۔"

"اور وہ کیا؟"

"میں کیوں بتانے لگی — اپنے گھر کے راز، ہم دوسروں کو نہیں دیتے۔" ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ سوئچ بورڈ تک جا پہنچیں — اس سے پہلے کہ اجنبی انھیں روک سکتا — انھوں نے ہاتھ اٹھا کر ایک بٹن دبا دیا۔

"یہ کیا کیا — اس بٹن کے دبنے سے کیا ہوگا۔"

"الہ دین کے چراغ کا جنّ نمودار ہوگا اور مجھ سے پوچھے گا کہ کیا حکم ہے میرے آقا۔" وُہ بولیں۔

"شاید آپ بہت خوش گوار موڈ میں رہنے کی عادی ہیں۔" اس نے کہا۔

"ہاں! ہوں تو سہی — خاص طور پر ایسے لمحات میں جب میرے گھر میں کوئی آپ جیسا آ گھسے — پھر میں اس کے ساتھ شایانِ شان سلوک کرتی ہوں۔"

"ہوں خیر — دیکھا جائے گا — کیا ہوتا ہے، اس بٹن کے دبنے سے۔"

اب اس نے جلدی جلدی کھانے کی چیزیں صاف کیں اور پھر فائلوں کی الماری کی طرف بڑھا:

"کھانا واقعی بہت مزے دار تھا شکریہ۔"

وہ جلدی جلدی فائلیں دیکھنے لگا — لیکن فائل ۱۱۹ نہ مل سکی — پھر اس نے اِدھر اُدھر کی بھی تلاشی لی — لیکن ناکام رہا — آخر بولا :

" یہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے وہی فائل اصلی تھی۔ جو آپ کے بچے لے گئے ہیں۔"

" اور آخر یہاں ایک نمبر کی کتنی فائلیں ہو سکتی ہیں۔"

" یہی میں سوچ رہا ہوں — اچھا میں چلتا ہوں — یہ ناکامی یاد رہے گی۔"

" مجھے افسوس ہے — آپ نہیں جا سکیں گے — اس لیے کہ اب تک پولیس میرے گھر کو گھیرے میں لے چکی ہو گی۔"

" کیا اس بٹن کا تعلق پولیس اسٹیشن سے ہے"؟ اس نے گھبرا کر کہا۔

" یہی سمجھ لیں۔"

" خیر — دیکھا جائے گا۔"

یہ کہ کر وہ دروازے کی طرف چلا — اس کے چہرے پر ذرا بھی گھبراہٹ نہیں تھی — جونہی اس نے دروازہ کھولا — ایک گرج دار آواز سنائی دی :

" ہاتھ اوپر اٹھا دو مسٹر۔"

باہر واقعی پولیس موجود تھی — اس بٹن کو دبانے سے

بیگم شیرازی کے گھر میں گھنٹی بجتی تھی اور وہ جان جاتی تھیں کہ اس طرف کوئی گڑبڑ ہے اور فون کرنے کی صورتِ حال نہیں ہے — لہٰذا وہ فوراً فون کر دیتی تھیں اور پولیس جلد از جلد وہاں پہنچ جاتی تھی — اب بھی یہی ہوا تھا۔

اجنبی کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا — پھر وہ پُر سکون انداز میں ان کی طرف مُڑا اور بولا :

" میں تو مذاق ہی سمجھتا رہا — اور یہاں سچ مچ پولیس آ گئی — خیر — میں بھی ان کے قبضے میں رہنے والا نہیں ہوں — یہ لوگ مجھے حوالات تک نہیں لے جا سکیں گے۔"

" آپ لوگوں نے سُنا — یہ کیا کہ رہے ہیں"۔ بیگم جمشید نے گویا انھیں خبردار کیا۔

" آپ فکر نہ کریں — اب اس شخص کو پولیس اسٹیشن تک پہنچانا ہماری ذمے داری ہے۔"

" آپ وہاں پہنچ کر مجھے فون ضرور کر دیجیے گا — تاکہ مجھے اطمینان ہو جائے۔"

" ضرور کیوں نہیں۔"

اور وہ اسے لے کر چلے گئے — بیگم جمشید سوچ میں گم ہو گئیں — انھیں یہ سب کچھ عجیب سا لگ رہا تھا — انھوں نے ایک بار پھر دروازہ اندر سے بند کر

دیا — اور باورچی خانے میں چلی گئیں — انھیں اپنا کام
بھی ختم کرنا تھا — وہ مسلسل اجنبی کے بارے میں سوچ
رہی تھیں — انھیں یُوں محسوس ہو رہا تھا — جیسے وہ کوئی
چال چل گیا ہو —

جلد ہی انھیں شدید بے چینی محسوس ہونے لگی — ان
کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ وُہ کیا چال چل
گیا ہے — باورچی خانے کو بھول کر وہ باہر نکل آئیں
اور لگیں ایک ایک چیز کو بغور دیکھنے — ہر چیز اپنی جگہ
پر موجود تھی — کہیں کوئی گڑبڑ نہیں تھی — صرف وہ
فائلیں بے ترتیب تھیں جن کو وہ دیکھتا رہا تھا — اچانک
انھیں خیال آیا — پولیس اسٹیشن کی طرف سے ابھی تک
انھیں اطلاع نہیں ملی تھی — وہ اور بے چین ہو گئیں —
انھوں نے تار کا جائزہ لیا ، جس جگہ سے تار کاٹا گیا تھا ،
اس جگہ سے انھوں نے تار جوڑ دیا تھا ، لیکن فون پھر بھی
نہیں آیا تھا —

آخر انھوں نے خود فون کیا — دوسری طرف سے
فوراً جواب ملا —

" بیگم جمشید بات کر رہی ہوں — آپ کا عملہ اس اجنبی
کو لے کر پہنچا یا نہیں ؟"

" جی — کون سا عملہ ؟"

" تھوڑی دیر پہلے بیگم شیرازی نے آپ کو فون نہیں کیا تھا ؟"

" جی نہیں تو — آج تو ان کی طرف سے ہمیں فون
نہیں کیا گیا ۔"

" کیا !!! " ان کے منہ سے نکلا —

پھر وُہ دوڑتے ہوئے باہر نکل آئیں — بیگم شیرازی
کے گھر کا دروازہ اندر سے بند نہیں تھا — وہ اندر داخل
ہو گئیں —

اندر بیگم شیرازی ایک کرسی کے ساتھ بندھی پڑی تھیں —

پاپڑ چکھ لیں

"ہم چاہتے ہیں — تم اس فائل کو جلا دو — تم نہیں جلاؤ گے تو ہم تم سے چھین کر بھی تو یہی کریں گے"

"یہ کیا بات ہوئی — پہلے اسے حاصل کرنے کے لیے سرتوڑ کوشش کی اور اب اس کو جلائیں گے۔ ہائیں۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں بس — جلائیں گے۔"

"تب پھر ہم اسے نہیں جلائیں گے اور اس کی حفاظت کے لیے جان کی بازی لگا دیں گے، ویسے آپ لوگ جان کی بازی لگا دینے کا مطلب جانتے ہیں۔"

"دروازہ کاٹنا شروع کر دو — ہم سے غلطی ہوئی جو یہ کہہ بیٹھے کہ یہی تو ہم چاہتے ہیں۔"

"اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت" اکرام ہنسا۔

"انکل! ہمارے ساتھ آپ بھی پھنس گئے — ہمیں اس کا بہت افسوس ہے۔"

"افسوس کیسا — میں تو اپنی ڈیوٹی نبھا رہا ہوں — تم ملک کے لیے قربانی دے رہے ہو — یہ لوگ ملک کے دوست نہیں ہو سکتے، لازمی بات ہے کہ دشمن ہیں اور ملک کے دشمنوں کے راستے میں رکاوٹ بننا بھی قربانی دینا ہے۔"

"چلیے پھر تو ٹھیک ہے — ہمارا افسوس رخصت ہو گیا۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"اب کرنا کیا ہے — یہ سوچو۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

"سوچنے کی کیا ضرورت ہے — خود بخود سب کچھ ہو جائے گا۔" فاروق مسکرایا۔

"دماغ تو نہیں چل گیا — خود بخود کیسے سب کچھ ہو جائے گا — ہمیں ہاتھ پیر ہلانا ہوں گے — پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ لوگ اس فائل کو ضائع کر دینا چاہتے ہیں — اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمیں اس کو بچانا ہو گا، اس کی حفاظت کرنا ہو گی۔" فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

"لیکن ہم یہاں اس کی حفاظت کس طرح کر سکتے ہیں — ہم اس وقت ان لوگوں کے قبضے میں ہیں، یہ بند گاڑی

ان کے گھیرے میں ہے۔" محمود نے منہ بنایا۔

" تم تو ہو عقل سے پیدل - ارے بھئی - فرزانہ کی عقل سے کام لو - یہ کوئی ترکیب اس وقت تک سوچ ہی لے گی - جب تک دروازہ کٹتا ہے۔"

" ہاں فرزانہ، بات ٹھیک ہے - جلدی کوئی ترکیب سوچ لو"

" صرف ایک شرط پر۔" فرزانہ فوراً بولی۔

" اور وہ کیا؟"

" تم ایک منٹ کے لیے خاموشی اختیار کرو۔"

" ہم تو دس منٹ کے لیے خاموش ہونے کو تیار ہیں۔"

" یہ تم خاموش ہوئے ہو۔" اس نے جھلا کر کہا۔

" بس اب نہیں بولیں گے۔" فاروق نے جلدی سے کہا۔

" ہو چکے تم تو خاموش۔"

" اگر ہو چکے تو پھر شکایت کیسی؟" وہ مسکرایا۔

" یار فاروق، خدا کے لیے - موقع دیکھا کرو، محل دیکھا کرو۔"

" مدت گزر گئی دیکھتے دیکھتے - یہ دونوں نظر آتے ہی نہیں"

" اچھا ٹھیک ہے - بولتے رہو - ادھر دروازہ کٹ جائے گا، ادھر فائل ان کے قبضے میں چلی جائے گی۔"

" اوہو اچھا - یہ بات ہے۔" اس نے بوکھلا کر کہا۔

" نہیں! یہ بات نہیں - وہ بات ہے۔" فرزانہ تلملا

کر بولی۔

" اچھا! میری توبہ - اب نہیں بولوں گا۔" یہ کہہ کر اس نے مضبوطی سے ہونٹ بھینچ لیے - اس طرح اس کا چہرہ عجیب سا لگنے لگا - اکرام بے ساختہ ہنس پڑا۔

ادھر فرزانہ گہری سوچ میں غرق ہو چکی تھی - ساتھ ہی وہ بند گاڑی کا بھی جائزہ لے رہی تھی - اچانک اس کے منہ سے نکلا:

" وہ مارا۔"

" چلو شکر ہے - کچھ مارا تو گیا۔" محمود نے خوش ہو کر کہا۔

" انکل - فائل مجھے دے دیں۔"

" یہ رہی فائل۔" اس نے کہا۔

فرزانہ نے فائل لی اور اسے ایک جگہ چھپانے لگی - باقی لوگ حیرت زدہ سے اس کی اس حرکت کو دیکھ رہے تھے - پھر جونہی وہ اپنے کام سے فارغ ہوئے، اکرام نے بے ساختہ کہا:

" بہت خوب! مان گئے فرزانہ تمہیں۔"

" شکریہ انکل - آج آپ نے بھی مجھے مان ہی لیا۔"

" نہیں خیر - یہ بات نہیں - مانتا تو میں پہلے ہی تھا۔"

ادھر دروازہ تیزی سے کٹ رہا تھا - آخر کار وہ کھل

گیا— اور مسلح آدمی دروازے پر نظر آنے لگے:

"اب ہاتھ اوپر اٹھائے اس گاڑی سے باہر نکل آؤ۔"

"آؤ بھئی باہر— شکر کرو، اس قید سے نجات تو ملی۔"

"بالکل ٹھیک — ہم تو تنگ آ گئے تھے اندر بیٹھے بیٹھے۔"

"تم لوگوں نے اب تک ہاتھ اُوپر نہیں اُٹھائے۔ ہم بہت زیادہ سختی سے بھی پیش آ سکتے ہیں۔" ان میں سے ایک نے غرّا کر کہا۔

"نوازش ہے آپ کی۔" محمود نے فوراً کہا۔

"لاؤ — فائل ہمارے حوالے کرو — ہم تمھاری آنکھوں کے سامنے اسے جلا ڈالتے ہیں۔"

"پہلے تو اس کو حاصل کرنے کے لیے اتنے پاپڑ بیلے گئے — اب اس کو جلا رہے ہیں — ہے کوئی تُک۔"

"پاپڑ اسے سنبھال کر رکھنے کے لیے نہیں، جلانے کے لیے بیلے تھے۔" ایک نے کہا۔

"بہت خوب — چلیے — بیلے تو تھے — کہاں ہیں وہ؟" فارُوق نے خوش ہو کر کہا۔

"تک — کیا چیز؟" وُہ بولے۔

"بھئی وہی — پاپڑ — ذرا ہم بھی چکھ لیں۔"

"اِدھر اُدھر کی نہ ہانکو — صرف اتنا بتاؤ — فائل کہاں ہے

"ہمارے پاس تو کم از کم ہے نہیں — راستے میں کہیں گر گئی ہو گی۔"

"دماغ تو نہیں چل گیا۔" ایک نے غرّا کر کہا۔

"کیوں جناب! اس میں دماغ چلنے کی کیا بات ہے۔"

"فائل تمھارے پاس تھی — تم فائل لے کر اس گاڑی میں بیٹھے تھے — اس گاڑی میں کھڑکیاں نہیں ہیں — صرف باریک جالی لگی ہوئی ہے کھڑکیوں کی جگہ — لہٰذا تم فائل کو اس گاڑی سے باہر تو پھینک نہیں سکتے تھے۔"

"تو وہ اندر ہی ہو گی — ڈھونڈ لیں۔"

"ہمیں ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں — تم لوگ خود نکال کر لے آؤ — اسی میں بہتری ہے تم لوگوں کی۔"

"افسوس! ہم ایسا نہیں کر سکتے۔"

"مطلب یہ کہ تم فائل گاڑی سے نہیں نکالو گے۔"

"نہیں!!!" تینوں ایک ساتھ بولے۔

"تب پھر، ہم اس گاڑی کو آگ لگا دیتے ہیں — نہ رہے گا بانس، نہ بجے گی بانسری — یہ کون سا ہماری گاڑی ہے — ہے تو پولیس کی ہی۔"

"ضرور لگا دو آگ — فائل پھر بھی محفوظ رہے گی۔"

"تب فائل تم میں سے کسی ایک کے پاس ہے —

باہر آ جاؤ — جلدی کرو، ورنہ گولیوں کی بارش کر دی جائے گی۔" ایک گرج کر بولا۔

وہ گاڑی سے اُتر آئے — اب ان کی تلاشی لی گئی۔ لیکن فائل ان میں سے کسی کے پاس سے نہ ملی:

"اب کیا خیال ہے۔" محمود مسکرایا۔

"اس کا مطلب ہے — فائل تم لوگوں نے گاڑی میں چھپا دی ہے۔"

"تو تلاش کر لیں — گاڑی تو آپ کے سامنے موجود ہے" فاروق نے کہا۔

"چلو — فائل تلاش کرو۔"

قریباً دس آدمی فائل کی تلاش میں جُٹ گئے، لیکن پانچ منٹ کی مسلسل کوشش کے باوجود تلاش نہ کر سکے — ان میں سے ایک نے دروازے پر آ کر کہا:

"فائل اندر نہیں ہے۔"

"ان کی بھی تلاشی لو۔"

ان کی اچھی طرح تلاشی لی گئی — فرزانہ کی باری آئی تو وہ بھڑک کر دُور ہٹ گئی —

"یہ کیا؟"

"میری تلاشی کوئی لڑکی لے گی یا عورت۔" اس نے کہا۔

"اب یہاں لڑکی یا عورت کا انتظام کہاں سے کریں۔"

"تو پھر میری تلاشی نہ لیں۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے — ہمیں فائل برآمد کرنا ہے۔"

"فائل میرے پاس نہیں ہے — یہ بات میں لکھ کر دے دیتی ہوں۔"

"ہمیں کیا فائدہ ہو گا، لکھ کر دے دینے سے۔"

"میں پھر اور کیا کر سکتی ہوں — آپ کا اطمینان کرانے کے لیے؟"

"صرف اور صرف تلاشی۔"

"جی نہیں — قانون کے لحاظ سے عورتوں کی تلاشی عورتیں لے سکتی ہیں۔"

"افسوس! ہم کسی لڑکی کا انتظام نہیں کر سکتے — لہٰذا آپ کی تلاشی بھی ہم ہی لیں گے۔"

"آپ لوگوں کا دماغ چل گیا ہے — فائل کوئی چھوٹی چیز نہیں ہوتی — کہ کپڑوں میں یا جیب میں چھپائی جا سکے۔"

"کچھ بھی ہو — تلاشی دینا ہو گی۔"

"تلاشی دیتی ہے میری جُوتی۔" فرزانہ نے کہا اور دوڑ لگا دی۔

"ارے ارے — یہ کیا — ہم گولی مار دیں گے۔" ان میں سے ایک نے اس کی طرف دوڑ کر کہا، لیکن وہ اوندھے

منہ گرا، کیونکہ محمود نے ٹانگ اڑا دی تھی۔

"ذرا دیکھ کر دوڑو بھئی — یہ دوڑنے کا کون سا طریقہ ہے۔" فارُوق نے گھبرا کر کہا۔

اتنی دیر میں فرزانہ کافی دُور جا چکی تھی۔

"فائل ضرور اس لڑکی کے پاس ہے — دوڑو۔"

وُہ سب اس کے پیچھے دوڑ گئے — محمود، فارُوق اور اکرام ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہ گئے۔

"عجیب احمق لوگ ہیں۔" اکرام بولا۔

"صرف عجیب نہیں — غریب بھی — اگر غریب نہ ہوتے تو ہمیں یہاں چھوڑ کر ہرگز نہ جاتے — بہرحال فرزانہ نے ہمیں بہترین موقع دیا ہے — آئیے انکل۔"

"اور فرزانہ؟" اکرام نے گھبرا کر کہا۔

"وہ خود گھر پہنچ جائے گی — ہمیں پہلے فائل کی فکر ہے۔"

"ہاں! یہ بھی ہے — اچھا ٹھیک ہے۔"

محمود بجلی کی تیزی سے گاڑی میں داخل ہوا — خفیہ جگہ سے فائل نکالی اور وہاں سے ہوا ہو گیا — اکرام اور فاروق بھی اس کے پیچھے تھے۔

"تو ہم فرزانہ کی طرف کیوں نہ جائیں — کہیں وُہ ان کے گھیرے میں نہ آ جائے۔"

"اچھا ٹھیک ہے — آپ فرزانہ کی فکر کریں — اور میں فائل کی۔"

یہ کہہ کر محمود بلا کی رفتار سے گھر کی طرف دوڑ پڑا — اس کے خیال میں فائل کے لیے محفوظ ترین جگہ گھر ہی تھا۔

گاڑی کافی دیر تک چلتی رہی تھی — اس لیے گھر جلد پہنچنا اس کے لیے ممکن نہیں تھا — وہ رکے بغیر دوڑتا رہا — دوڑتا رہا — رات کا وقت، سرد موسم، سڑکوں پر ہُو کا عالم — دوڑنے سے اس کا خُون گرم ہو گیا اور سردی کا احساس ختم ہو گیا۔

نہ جانے اسے کتنی دیر تک دوڑنا پڑا — آخر کار وہ گھر کے سامنے پہنچ گیا — لیکن جُونہی وُہ عین دروازے پر پہنچا — اسے ایک جھٹکا سا لگا۔

اس کا اُوپر کا سانس اُوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔

چاند ستارے

انھوں نے جلدی جلدی بیگم شیرازی کی رسیاں کاٹیں، منہ میں ٹھونسا گیا کپڑا بھی نکالا:

"یا اللہ تیرا شکر ہے۔" انھوں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"لیکن آپ کے ساتھ ہوا کیا؟"

"ایک گھنٹا پہلے کی بات ہے — دروازے کی گھنٹی بالکل آپ کے انداز میں بجی..." وہ بتانے لگیں۔

"کیا کہا — میرے انداز میں؟"

"ہاں! میں فوراً دروازے پر گئی اور اس کو کھول دیا — لیکن باہر آپ نہیں — دو عدد غنڈے تھے — ان کے ہاتھوں میں پستول تھے — وہ اندر گھس آئے اور اندر سے دروازہ بند کر لیا — اب انھوں نے پوچھا کہ انسپکٹر جمشید کے گھر والے جب کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو وہ مجھے کس طرح خبر کرتے ہیں — اور پھر میں کیا

کرتی ہوں — اب میں کیا کرتی — انھیں بتانا پڑا — کہ اُدھر ایک سوئچ دبایا جاتا ہے — میرے گھر میں گھنٹی بجتی ہے اور میں سمجھ جاتی ہوں کہ میرے پڑوسی مصیبت میں ہیں، لہٰذا میں پولیس اسٹیشن فون کر دیتی ہوں۔"

"ہوں — اس کے بعد انھوں نے آپ کو باندھ دیا اور چلے گئے۔"

"ہاں! بس — یہی ہوا۔" وہ بولیں۔

"خیر — آیندہ ہمارے انداز میں بھی گھنٹی بجے، آپ پہلے پوچھ لیا کریں کہ باہر کون ہے — یہ بھی ہو سکتا ہے کہ باہر موجود شخص ہم میں سے کسی کی آواز میں بات کرے، لہٰذا آپ کوڈ دہرا لیا کریں — اس طرح جعل سازی فوراً پکڑی جا سکتی ہے۔"

"ٹھیک ہے — میں آیندہ ایسا ہی کروں گی۔"

"آپ کو ہماری وجہ سے بہت زحمت ہوئی — اُمید ہے، کوئی خیال نہیں کریں گے۔"

"یہ آج آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں — کہیں آپ نقلی بیگم جمشید تو نہیں ہیں۔"

"ارے نہیں۔" وہ ہنسیں۔

"لیکن اصلی بیگم جمشید کبھی میرا شکریہ ادا نہیں کر سکتیں،

اس لیے کہ ہمارا تعلق ہی ایسا ہے۔"

" حالات نے چکرا کر رکھ دیا ہے ۔ اس لیے خیال ہی نہیں رہا اور بے خیالی میں شکریہ ادا کر بیٹھی۔ آپ کوئی خیال نہ کریں۔"

" نہیں! میرا اطمینان نہیں ہوا۔"

" اچھا تو کوڈ الفاظ دہرا لیتے ہیں۔" وہ مسکرائیں۔

" ہاں! یہ ٹھیک رہے گا ۔ انڈے ہمارے۔" انھوں نے فوراً کہا۔

" چاند ستارے۔" جواب میں بیگم جمشید نے بھی فوراً کہا۔

" ہاں! اب مجھے یقین آ گیا ہے کہ آپ اصلی بیگم جمشید ہیں۔" وہ مسکرائیں۔

" چلیے شکر ہے ۔ آپ کو یقین تو آیا ۔ لیکن ایک بات پر مجھے حد درجے حیرت ہو رہی ہے ۔ ان لوگوں کو یہ خیال آخر کس طرح آ گیا کہ جب ہم لوگ کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو آپ کو اشارہ دیتے ہیں۔"

" کم از کم یہ بات انھیں میں نے تو نہیں بتائی تھی۔" وہ مسکرائیں۔

" آپ نے تو اس وقت بتائی، جب وہ گھر میں داخل ہوئے ۔ گویا گھر میں داخل ہونے سے پہلے انھیں کوئی

اس قسم کی معلومات حاصل ہو چکی تھیں، ورنہ وہ آپ کے گھر میں ہرگز داخل نہ ہوتے۔"

" ہاں! بات تو یہی ہے ۔ لیکن ہمارے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔"

" جواب اس کا محمود، فاروق، فرزانہ یا انسپکٹر صاحب دیں گے آ کر ۔ جاسوس وہ ہیں، ہم نہیں ۔ اچھا میں چلتی ہوں، دروازہ کھلا چھوڑ کر آئی ہوں۔"

" اچھی بات ہے۔"

اور پھر وہ باہر نکل آئیں ۔ بیگم شیرازی نے دروازہ اندر سے بند کر لیا ۔ بیگم جمشید ایک خیال کے تحت وہیں رک گئیں ۔ ایک منٹ انتظار کرنے کے بعد انھوں نے اپنے خاص انداز میں دستک دی ۔ فوراً ہی قدموں کی چاپ سنائی دی۔

" کون ہے؟" اندر سے انھوں نے پوچھا۔

" بیگم جمشید۔" وہ بولیں۔

" انڈے ہمارے۔"

" چاند ستارے۔" انھوں نے فوراً کہا۔

اور دروازہ کھل گیا۔

" خیر تو ہے ۔ آپ اس قدر جلد پھر آ گئیں؟"

" دیکھنا چاہتی تھی - آپ احتیاط کرتی ہیں یا نہیں۔"

" اوہ اچھا" وہ ہنسیں۔

" بس اب آپ دروازہ بند کرلیں۔"

ان کے دروازہ بند کرنے کے بعد وُہ اپنے گھر میں داخل ہوئیں - اور دروازہ اندر سے بند کرنے ہی لگیں تھیں کہ انھیں اندر کسی کی موجودگی کا احساس ہوا - ان کے رونگٹے کھڑے ہوگئے - انھوں نے دل میں کہا :

" یاالٰہی ! یہ آج ہو کیا رہا ہے۔"

پھر وہ تیزی سے آگے بڑھیں - اور یہ دیکھ کر پریشان ہوگئیں کہ خاص کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا :

" اندر کون ہے ؟ " وہ بولیں۔

" وُہی مہمان جسے آپ پہلے کھانا بھی کھلا چکی ہیں۔"

" اب کیا تکلیف ہے ؟"

" آپ نے یہ نہیں پوچھا کہ میں پولیس کے ہاتھ سے کیسے بچ نکلا۔"

" وہ نقلی پولیس تھی - تمھارے ساتھی تھے - اصلی پولیس تو آئی ہی نہیں" وُہ بولیں۔

" اچھا اس بات کا اندازہ ہوگیا آپ کو۔"

" لیکن تمھیں کس طرح پتا چلا کہ بٹن دبانے سے پولیس

آ جائے گی - لہٰذا باہر پہلے ہی تم نے نقلی پولیس والے کھڑے کرلیے تھے۔"

" میں ہر کام منصوبے کے تحت کرتا ہوں - یہ کام جو میں آج کر رہا ہوں - اس کی منصوبہ بندی کتنے ہی روز پہلے شروع کر دی تھی - ایک ایک معلومات حاصل کی تھی میں نے - یہاں تک کہ میں نے یہ بھی معلوم کیا کہ خطرے کی حالت میں آپ لوگ کیا کرتے ہیں - مجھے پتا چلا کہ گھر کے سوئچ بورڈ پر ایک بٹن ہے - اس کو دبا دیتے ہیں - آپ کی پڑوسن بیگم شیرازی کے گھر میں گھنٹی بجتی ہے - اور وہ جان جاتی ہیں کہ گڑبڑ ہے - لہٰذا وہ فوراً پولیس اسٹیشن کو فون کر دیتی ہیں - اور پولیس یہاں پہنچ جاتی ہے - لہٰذا میں نے پہلے ہی بیگم شیرازی کا انتظام کر لیا تھا - میرے دو آدمی اسے باندھ آئے تھے - اس صورت میں وُہ پولیس اسٹیشن کو فون کس طرح کر سکتی تھیں - یہ ہے کُل کہانی۔"

" لیکن تم پھر کیوں واپس آگئے۔"

" میری سمجھ میں ایک اور بات آئی ہے - اصلی فائل ۱۱۹ ابھی گھر میں ہی موجود ہے - باہر جو فائل گئی ہے وہ نقلی ہی ہے۔"

"صرف خیال ہے تمہارا۔"

"نہیں — انسپکٹر جمشید کے گھر سے اصلی فائل اس قدر آسانی سے حاصل نہیں کی جا سکتی تھی۔"

"لیکن تم یہ کس طرح کہہ سکتے ہو کہ حاصل کر لی گئی۔ میرے تین بچے اس فائل کے ساتھ ہیں اور جب وہ گاڑی آئی جی صاحب کے دفتر کے آگے نہیں رُکے گی تو وہ جان جائیں گے کہ ان کے ساتھ چال چلی گئی ہے۔"

"بے شک وہ یہ جان جائیں گے — لیکن کر کچھ نہیں سکیں گے — اس لیے کہ ان کے گرد بہت سے غنڈے، مسلح غنڈے موجود ہوں گے — لیکن مسئلہ وہی ہے — کہ وہ فائل اصلی نہیں ہو سکتی — انسپکٹر جمشید بھی غائب ہیں — وہ نہ جانے اس وقت کہاں ہیں — لہٰذا میں یہ سوچنے پر مجبور ہوں کہ اصلی فائل گھر میں ہی ہے — اور اب میں اس کو کسی خفیہ خانے میں سے نکال ہی لوں گا۔"

"ٹھیک ہے — نکال لو فائل — لیکن میں بھی دروازہ باہر سے بند کر رہی ہوں۔"

"اس کی مجھے پروا نہیں — اس لیے کہ میری ایک ٹھوکر اس دروازے کو دوسری طرف گرا دے گی۔"

"اوہو — اس قدر طاقت ور ہو تم۔"

"دیکھ ہی لیں گی۔" وہ بولا۔

انھوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ اب انھیں اس کے مقابلے میں جال بچھانا تھا — یعنی جب وہ دروازہ توڑ کر باہر نکلے تو ان کے جال میں پھنس جائے۔ اس طرح کہ گھر سے نکل نہ سکے۔

وہ اپنے انتظامات میں مصروف ہو گئیں — انھیں یہ خیال بھی آیا تھا کہ ایک بار پھر بیگم شیرازی کے گھر جا کر آئی جی صاحب کو فون کریں — اور مدد منگوا لیں — لیکن اس سے پہلے انھوں نے جال بچھانا ضروری خیال کیا، کیونکہ ایسا بھی تو ہو سکتا تھا کہ وہ جاتیں بیگم شیرازی کے گھر اور ادھر وہ نکل جاتا — پھر وہ ہاتھ ملتی رہ جاتیں۔

جال بچھانے میں انھیں پندرہ منٹ لگ گئے — پھر وہ بیگم شیرازی کے گھر پہنچیں — آئی جی صاحب کو فون کیا اور ساری صورتِ حال انھیں بتائی — انھوں نے فوراً فورس بھیجنے کا کہا اور وہ باہر نکلنے کے لیے دروازے کی طرف گئیں — پھر دھک سے رہ گئیں — دروازہ کسی نے باہر سے بند کر دیا تھا —

"نئی مصیبت۔" وہ مسکرائیں۔

"آخر یہ آج ہو کیا رہا ہے۔"

" کوئی بہت چالاک ذہن بلی چوہے کا کھیل رہا

" اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ اس کا کوئی ساتھی گ
سے باہر بھی موجود ہے — اب اس نے آپ کو ادھر
کر دیا ہے — اور ادھر وُہ اپنے باس کی مدد کرے گا —
یعنی آپ جو جال اس کے باس کے لیے بچھا کر آئی ہیں
وہ اس جال کو ختم کر دے گا — اور اس طرح وہ فرار
ہو جائیں گے۔"

" ہاں ! ایسا ہی ہے — افسوس ! آج رات میں نے
شکست پر شکست کھائی ہے۔" انھوں نے کہا۔

" اور محمود، فاروق اور فرزانہ نے؟"

" ان کے بارے میں ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا، اس لیے
کہ ان کی ابھی واپسی نہیں ہوئی۔"

"ہوں ! یہ بات بھی ہے۔"

" سوال یہ ہے کہ اب آپ کیا کریں گی؟"

" میں آئی جی صاحب کو ایک فون اور کرتی ہوں اور نئی
صورتِ حال انھیں بتاتی ہوں۔"

" ہاں ! یہ ٹھیک رہے گا۔"

انھوں نے ایک بار پھر فون کا ریسیور اٹھایا — اور پھر
دھک سے رہ گئیں۔

" افسوس ! اب میں فون بھی نہیں کر سکتی۔"

"کیوں ! اب کیا ہوا؟"

" فون کے تار کاٹ دیے گئے ہیں۔"

" اوہ — یہ تو باقاعدہ باہر جال بچھایا گیا ہے — اور یہ لوگ
جانتے ہیں کہ ہم کیا کیا کچھ کریں گے۔"

" لیکن پھر — فون کے تار پہلے ہی کیوں نہ کاٹ دیے
گئے — ہمیں آئی جی صاحب کو فون کرنے کی مہلت کیوں دی گئی؟"

اس سوال کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا —
دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر رہ گئیں — بیگم جمشید
زندگی میں پہلی بار پریشانی محسوس کر رہی تھیں —

ایسے میں انھوں نے باہر ایک آواز سنی — اُلّو کی آواز —
وہ بُری طرح چونکیں —

"محمود! یہ تم ہو؟"

"ہاں امی جان — یہ کیا چکر ہے؟"

"جلدی دروازہ کھولو۔" وہ بولیں۔

محمود نے دروازہ کھول دیا — اور اندر داخل ہو گیا۔ پھر احتیاط کے طور پر دروازہ اندر سے بند کر لیا:

"ہاں! اب بتائیے — کیا چکر ہے؟"

انھوں نے جلدی جلدی ساری بات بتائی۔

"اوہ — پھر تو ہمیں فوراً اپنے گھر پہنچنا چاہیے — کہیں وہ فائل لے کر چلتا نہ بنا ہو۔"

"کیوں — کیا اصلی فائل تم نہیں لے گئے تھے؟"

"کچھ اندازہ نہیں — کہ اصلی فائل کون سی ہے۔"

انھوں نے دروازہ کھولا اور اپنے گھر کی طرف لپکے۔ لیکن — خاص کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور وہ اجنبی اب گھر میں نہیں تھا — نہ گھر کے باہر کوئی موجود تھا — اسی وقت پولیس کی گاڑیاں آ پہنچیں — پھر وہاں فرزانہ، فاروق اور اکرام بھی آ گئے —

انھوں نے خاص کمرے کا جائزہ لیا، لیکن کچھ نہ جان سکے کہ وہ کوئی فائل لے گیا ہے یا نہیں — بہرحال وہ فائل ان کے پاس موجود تھی — جو وہ لے گئے تھے —

سیاہ پوش

محمود نے دیکھا — گھر کا دروازہ کھلا ہے — ان
گھر کا دروازہ اس طرح چوپٹ کھلا ہونے کا مطلب
صاف تھا — کہ کوئی زبردست گڑبڑ ہوئی ہے — او
چونکہ گھر میں صرف ان کی والدہ تھیں — لہٰذا یہ گڑ
ان کی والدہ کے ساتھ ہوئی تھی — یہی وجہ تھی کہ اس
اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا —

اس نے ایک لمحے کے لیے سوچا کہ کیا کرے — بے
آگے بڑھے یا کوئی احتیاطی قدم اٹھائے — آخر اس
پہلے منہ سے اُلّو کی آواز نکالی — دوسرے ہی لمحے
حیران رہ گیا — اس لیے کہ جواب میں اُلّو کی آواز بیگم
کے گھر سے آئی تھی — وہ بے دھڑک اس طرف بڑھا —
کا دروازہ باہر سے بند دیکھ کر وہ اور بھی حیران ہوا —
نے پہلے دستک دی —

اب گاڑی میں لگے وائرلیس پر آئی جی صاحب کو مخاطب کیا گیا:

"سر۔ اب صورتِ حال سُن لیں۔" محمود نے کہا اور تفصیلات سُنا دیں۔

"تم لوگ وہیں ٹھہرو — میں خود آ رہا ہوں — یُوں بات نہیں بنے گی۔"

"شکریہ سر۔"

"سر نہیں — انکل۔" انھوں نے فوراً کہا۔

"چلیے انکل ہی سہی۔"

اور پھر آئی جی صاحب بھی وہاں پہنچ گئے — انھوں نے اس فائل ۱۱۹ کا جائزہ لیا، جو محمود کے پاس تھی — اس کو بغور دیکھ کر وُہ بولے:

"یہ تو نقلی ہے۔"

"تب پھر اصلی کہاں ہے؟"

"یہ بات صرف اور صرف انسپکٹر جمشید بتا سکے گا، لیکن وہ اب تک لوٹ کر نہیں آیا — ایک مشکل یہ ہے کہ ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ اس وقت کہاں ہے — فون نمبر بھی نہیں ہے۔"

"جب وہ جاتے ہیں — اسی طرح جاتے ہیں — ان کی

یہ عادت آج تک سمجھ میں نہیں آئی۔" محمود نے اُلجھن کے عالم میں کہا۔

عین اس وقت ایک سرکاری گاڑی باہر آ کر رکی اور ایک کانسٹیبل دوڑتا ہوا ان کی طرف آیا:

"سر — وزیرِ داخلہ کے سیکرٹری صاحب آئے ہیں۔"

"اوہو — یہ کیسے آ گئے۔" انھوں نے چونک کر کہا اور پھر باہر کی طرف لپکے — سیکرٹری صاحب اپنی کار سے اُتر رہے تھے — وہ بھی انھیں دیکھ کر چونکے:

"شیخ صاحب! آپ بھی یہاں ہیں۔"

"ابھی ابھی آیا ہوں سر — لیکن آپ یہاں کیسے تشریف لائے ہیں؟"

"میں نے آپ کو فائل ۱۱۹ کے لیے فون کیا تھا، لیکن پھر آپ کی طرف سے کوئی اِطلاع نہ ملی — حالانکہ آپ کو صرف پندرہ منٹ بعد اِطلاع دے دینی چاہیے تھی کہ فائل آپ کے دفتر پہنچ گئی ہے — اب کیا کرنا ہے — لیکن آپ کا فون نہ آیا — میں نے فون کیا تو پتا چلا آپ دفتر میں نہیں ہیں — نہ گھر میں ہیں — لٰہذا میں پریشان ہو گیا — میں نے انسپکٹر جمشید کے گھر فون کیا — یہاں کا فون بھی بالکل بند ملا — لٰہذا مجھے خود ادھر آنا پڑا۔"

"ہوں—آئیے— اندر بیٹھ کر بات کرتے ہیں—یہاں بھی کافی ہنگامہ ہو چکا ہے اب تک۔"

"اور انسپکٹر جمشید کہاں ہیں؟"

"وہ کسی دوسرے شہر گئے تھے—آج رات انھیں واپس آنا ہے—کس وقت آتے ہیں، یہ نہیں معلوم۔"

"خیر—آئیے۔"

وہ سب ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھ گئے—بیگم جمشید نے باورچی خانے کی راہ لی، مہمانوں کے لیے انھیں اب پھر کچھ تیار کرنا تھا۔

محمود نے تمام حالات انھیں سنا دیے—وہ سن کر سکتے میں آ گئے—پھر سیکرٹری صاحب بولے:

"فائل کہاں ہے؟"

"جی میرے پاس۔" محمود بولا۔

"مجھے دکھائیں۔"

اس نے فائل ان کے سامنے رکھ دی—وہ اس کو الٹ پلٹ کر دیکھتے رہے—پھر فائل آئی جی صاحب کی طرف سرکاتے ہوئے بولے:

"یہ تو نقلی فائل ہے۔"

انھوں نے بھی اس کو دیکھا اور فوراً بولے:

"جی ہاں! یہ بالکل نقلی ہے۔"

"تب پھر اصلی فائل کہاں ہے؟"

"یہ تو انسپکٹر جمشید ہی بتا سکیں گے۔"

"پہلی بار اجنبی یہاں آیا—اور خاموشی سے چلا گیا—اگر وہ اس وقت فائل لے گیا تھا تو پھر واپس کیوں آیا—اور اگر فائل اسے نہیں ملی تھی تو وہ خاموشی سے چلا کیوں گیا تھا؟"

"یہ تو واقعی بہت الجھن والا سوال ہے—ہم میں سے شاید ہی کوئی اس کا جواب دے سکے۔"

"کیا محمود، فاروق اور فرزانہ بھی نہیں دے سکتے؟" سیکرٹری صاحب بولے۔

"جی نہیں—ہم بھی یہ بات نہیں سمجھ سکے۔"

"اور اب یہ سب بالکل غائب ہیں—گویا فائل ان کے ہاتھ لگ گئی ہے۔" آئی جی صاحب نے کہا۔

"اور اگر فائل ان کے ہاتھ لگ گئی تو کیا ہوگا—ہم تو کہیں کے نہیں رہیں گے—اس میں ایک خفیہ معاہدہ ہے—ایک ملک سے کیا گیا خفیہ معاہدہ—اگر اس معاہدے کا علم کچھ دوسرے ملکوں کو ہو جاتا ہے تو ہماری پوزیشن بہت خراب ہو جائے گی۔"

"لیکن سر ..." محمود کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"لیکن سر کیا؟

"اگر ۔ اس فائل میں درج معاہدے کے بارے میں چند دوسرے ملکوں کو بتا کر، ہمارے ملک کے حالات خراب کرنے کا چکر ہے تو پھر ۔ دشمنوں نے یہ کیوں کہا تھا کہ ہم تو چاہتے ہیں ۔ فائل کو ضائع کر دیا جائے، ضائع کر دیے جانے کی صورت میں تو فائل والا معاہدہ دوسرے ملکوں تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔"

"ان لوگوں نے یہ کہہ کر دراصل فائل کی حفاظت کا انتظام کیا ہے۔" آئی جی صاحب بولے۔

"جی کیا مطلب؟

"اگر وہ یہ ظاہر نہ کرتے تو پھر تم فائل ضائع کر دیتے۔ یہ سوچ کر کہ فائل ان کے ہاتھ لگنے سے یہ کہیں بہتر ہے کہ اس کو ضائع کر دیا جائے ۔ لیکن جب انھوں نے یہ ظاہر کیا کہ وہ تو خود فائل کو ضائع کرنا چاہتے ہیں ۔ تو تم اس کو بچانے کی فکر میں مبتلا ہو گئے ۔ چنانچہ فائل کو بچا لائے ۔ سوال اب صرف یہ ہے کہ یہ فائل تو نقلی ہے ۔ اصلی کہاں ہے ۔ کہیں اصلی فائل ان کے ہاتھ تو نہیں لگ گئی؟

"ان کے ہاتھ لگنے کے امکانات ہیں ۔ اس لیے کہ جب وہ دوسری بار آیا ۔ اس وقت یہاں سے نکلتے ہوئے اسے ہم میں سے کوئی نہیں دیکھ سکا ۔ اب معلوم نہیں، وہ کس حالت میں واپس گیا ہے ۔ اس کے پاس فائل تھی یا نہیں۔"

ان تمام باتوں کا فیصلہ انسپکٹر..."

آئی جی صاحب کے الفاظ درمیان میں رہ گئے، کیونکہ اسی وقت دروازے کی گھنٹی بجی تھی ۔

"آ گئے ۔ ابا جان آ گئے۔"

تینوں دروازے کی طرف دوڑے ۔ دروازہ کھلنے پر وہ دھک سے رہ گئے، کیونکہ باہر انسپکٹر جمشید نہیں ۔ ایک سیاہ پوش کھڑا تھا ۔ اور اس کے پیچھے دس کے قریب آدمی کلاشن کوفیں لیے کھڑے تھے :

"سانپ سونگھ گیا کیا؟" سیاہ پوش نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"نہیں ۔ تو ۔ بے چارے سانپ کی کیا مجال کہ ہمیں سونگھ جائے۔"

"ہاتھ اوپر اٹھا دو ۔ اور منہ سے کوئی لفظ نہ نکالنا ۔ ورنہ ہم پر خون سوار ہے بری طرح۔"

"جی۔ بہت اچھا۔" انھوں نے یہ کہ کر ہاتھ اُوپر اُٹھا دیے
دروازہ اندر سے بند کر کے وہ آگے بڑھے اور ڈرائنگ
روم میں داخل ہو گئے۔ ڈرائنگ روم میں موجود سب
لوگ اچھل ہی تو پڑے۔

"زیادہ حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔ بس آپ سب
لوگ اطمینان اور سکون سے بیٹھے رہیں۔"

"آپ کہتے ہیں تو نہیں ہوتے حیران۔ ویسے ہمارا موڈ
بہت ہے اس وقت حیران ہونے کا۔"

"نہیں، کوئی ضرورت نہیں۔ حیران ہونے کی۔ ہم آپ
سب کی حیرت دُور کرنے کے لیے ہی تو آئے ہیں۔"

"پہلے تو یہ حیرت دُور کر دیں کہ آپ نے ہمارے
ابا جان کے انداز میں گھنٹی بجانا کیسے سیکھ لیا؟"

"ریہرسل کرنا پڑی اس کے لیے۔"

"گویا آپ ہمارے انداز میں بھی گھنٹی بجا سکتے ہیں۔"

"ہاں بالکل۔ میں تو تم سب کی آوازیں تک منہ سے نکال
سکتا ہوں۔"

"بہت خوب! اب فرمائیے۔ یہ چکر کیا ہے؟"

"یہ چکر ہے۔ انسپکٹر جمشید کو بل سے نکالنے کا۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"انسپکٹر ہمارے خوف سے کہیں چھپ گئے ہیں۔ ہم نے
سوچا فائل ۱۱۹ کا چکر چلاتے ہیں، خود ہی دوڑے آئیں گے۔"

"یہ تو بالکل غلط بات ہے۔ انسپکٹر جمشید اور کسی کے
خوف سے کہیں چھپ جائیں۔" شیخ نثار احمد بولے۔

"تو پھر آپ بتائیں، کیا بات ہو سکتی ہے۔ فائل ۱۱۹
میں ایسی کیا بات ہے؟"

"فائل ۱۱۹ میں کیا ہے۔ ہم آپ کو یہ بات کس طرح
بتا سکتے ہیں۔" شیخ صاحب بولے۔

"اگر نہیں بتائیں گے تو کلاشن کوفوں کی گولیاں چبانا پڑیں
گی۔" سیاہ پوش بولا۔

"دیکھا جائے گا۔" انھوں نے منہ بنایا۔

"ایک طرف تو آپ کہتے ہیں۔ انسپکٹر جمشید کو بل سے
نکالنے کے لیے یہ چکر چلایا ہے۔ دُوسری طرف، ہم سے
فائل ۱۱۹ کی تفصیلات جاننا چاہتے ہیں۔ ان میں سے درست
بات کیا ہے اور غلط کیا؟"

"دونوں باتیں ہی درست ہیں۔ فائل ۱۱۹ میں کیا معاہدہ
ہے۔ ہم یہ جاننا چاہتے ہیں۔ اور انسپکٹر جمشید کہاں چھپے
ہوئے ہیں۔ یہ بھی جاننا چاہتے ہیں۔ وہ ہمارے خوف
سے چھپ جائیں گے۔ یہ تو ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔"

"وہ تین دن پہلے کہیں گئے تھے۔ اور آج رات لوٹنے والے ہیں۔ پھر یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ وہ چھپ گئے ہیں۔"

"اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ ضرور آپ لوگوں کو بتا کر جاتے کہ کہاں جا رہے ہیں۔ لیکن ان کے بارے میں کسی کو کچھ بھی نہیں معلوم نہیں۔ مطلب صاف ہے۔ انھوں نے ہمارے خوف سے کسی کو کچھ نہیں بتایا۔"

"کیا انھیں آپ کے پروگرام کا پتا تھا کہ وہ آپ کے خوف سے چھپ گئے؟"

"ہاں! پتا تھا۔" سیاہ پوش نے پُرزور انداز میں کہا۔

"میرا خیال ہے ابّا جان۔ اب آپ آ ہی جائیں۔ یہ لوگ بہت بڑھ بڑھ کر باتیں بنا رہے ہیں۔" فاروق نے سرسراتی آواز میں کہا۔

عین اس وقت دروازے کی گھنٹی بجی۔

آخری وارنگ

گھنٹی کا انداز نیا سا تھا۔ ان کے لیے اجنبی۔ انھوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا:

"یہ اس وقت کون آ گیا؟" سیاہ پوش نے حیران ہو کر کہا۔

"کیوں! کیا آپ کے خیال اس وقت ہمارے گھر کوئی نہیں آ سکتا؟" فاروق نے اسے گھورا۔

"یہ بات نہیں۔ آنے کو کوئی بھی آ سکتا ہے۔ اور سب سے زیادہ امکان انسپکٹر جمشید کا ہے۔ لیکن یہ انداز ان کا نہیں ہے۔ ٹھیک ہے نا؟"

"ہاں! ان کا نہیں ہے۔ لیکن کس کا ہے۔ یہ ہم بھی نہیں جانتے۔ اب آپ کیا کہتے ہیں۔ آنے والے کا کیا، کیا جائے؟"

"میرا ایک آدمی دروازے پر جائے گا اور کلاشن کوف

کی زد پر اسے اندر لائے گا۔"

"تو پھر بھیجیں — باہر کھڑا شخص مایوس ہو کر لوٹ
جائے۔" محمود نے گھبرا کر کہا۔

سیاہ پوش نے ایک ماتحت کو اشارہ کیا، وہ سر
ہلاتا دروازے کی طرف چلا گیا — جلد ہی اس کی واپسی
ہوئی اور وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اس کے ساتھ
آنے والے وزیرِ داخلہ تھے:

"آہا — سر بھی آ گئے۔" سیکرٹری نے خوش ہو کر کہا
"آنا ہی پڑا — کیا کرتا۔"

"جی کیا مطلب — کیوں آنا پڑا — ذرا وضاحت کر دیں"

"کسی نے فون کیا تھا — انسپکٹر جمشید کے گھر میں اس
وقت ایک فائل کا ڈراما ہو رہا ہے — اس فائل کا نمبر
۱۱۹ ہے — یہ نمبر سن کر میرے تو اڑ گئے ہوش اور میں
سوچے سمجھے بغیر یہاں چلا آیا — اور کیا کرتا بھلا — اب
آپ لوگ بتائیں — یہ سب چکر کیا ہے آخر — اور یہ
سب کیا ہے؟" انھوں نے سیاہ پوش اور اس کے ساتھیوں
کی طرف اشارہ کیا۔

"ہے تو اسی فائل کا چکر — لیکن پتا نہیں، ہمیں اس
سارے چکر کو ڈراما کہنا چاہیے یا فلم۔" فاروق نے بُرا

سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

وہ مسکرانے لگے — صرف وزیرِ داخلہ بُرا سا منہ بنا کر
رہ گئے اور بولے:

"میں نے تمھارے بارے میں بہت کچھ سن رکھا ہے،
لیکن یہ وقت صرف سنجیدہ باتوں کا ہے، لہٰذا خیال رہے،
میں انسپکٹر جمشید نہیں — نہ خان رحمان ہوں — اور نہ پروفیسر
داؤد۔" وزیرِ داخلہ نے کہا۔

"اوہو سر — آخر اتنی زیادہ وضاحت کی آپ کو کیا
ضرورت پیش آ گئی — آپ صرف اتنا بھی کہہ سکتے ہیں کہ فاروق
سنجیدگی اختیار کرو۔"

"میں نے سنا ہے — یہ حضرت اس قدر آسان الفاظ
میں بات کو نہیں سمجھتے۔" انھوں نے جھلا کر کہا۔

"اس وقت فاروق ہمارا موضوع نہیں — ورنہ ہم اس
پر تفصیل سے بات کرتے سر — اس وقت مسئلہ ہے فائل
۱۱۹ کا۔" محمود نے گویا یاد دلایا۔

"ہاں! سوال یہ ہے کہ فائل ۱۱۹ کہاں ہے؟" وہ بولے۔

"اس سوال کا جواب صرف انسپکٹر جمشید دے سکتے ہیں —
کیونکہ فائل حفاظت کے پیش نظر ان کے حوالے کی گئی
تھی — اور یہ تجویز صدرِ مملکت کی تھی — کہ فائل انسپکٹر جمشید

کے پاس رہے گی — اس لیے کہ سب یہ بات جانتے تھے
چند دشمن ممالک اس فائل کو اڑانے کی کوشش کریں گے۔
یہ دشمن ممالک جاننا چاہتے ہیں کہ اس فائل میں جو معاہدہ
تحریر کیا گیا ہے — اس میں کیا کچھ ہے — اور وہ کن دو
ممالک کے درمیان ہے — ایک ملک تو ظاہر ہے — ہمارا
ہی ہے — لیکن دوسرا ملک کون سا ہے — یہ بھی وہ
دشمن ممالک جاننا چاہتے ہیں — اس معاہدے کو اس حد
تک خفیہ رکھا گیا تھا کہ ان دشمن ممالک کے کان خود بخود
کھڑے ہو گئے تھے — اور اس سے بھی بڑھ کر مزے کی
بات یہ کہ اس معاہدے میں صرف اور صرف ہمارے
ملک کے صدر، اس ملک کے صدر اور انسپکٹر جمشید شریک
تھے — کوئی چوتھا آدمی موجود نہیں تھا — کچھ اس وجہ سے
بھی سنسنی پھیلی — اور جونہی فائل انسپکٹر جمشید کے حوالے کی
گئی — وہ اس کے فوراً بعد چند منٹ کے لیے گھر آئے
اور پھر گھر سے غائب ہو گئے — اب تک وہ لوٹ کر
نہیں آئے — یہ ہے فائل اور انسپکٹر جمشید کی کہانی۔" آئی جی
صاحب نے جلدی جلدی بتایا۔

"ہاں! ٹھیک ہے — اس فائل کے معاہدے کو بے شک
سب سے خفیہ رکھا جائے — ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔

سوال تو یہ ہے کہ — انسپکٹر جمشید اس طرح کب تک
اس فائل کی حفاظت کریں گے — اور وہ کون ہے —
جو مجھ جیسوں کو فون کر کے اس معاملے کے بارے میں
خبردار کر رہا ہے اور کیوں — اسے ایسا کرنے کی کیا
ضرورت ہے۔"

"اس سلسلے میں ضرور وہ دشمن ممالک کوشش کر رہے
ہیں — جو معاہدے کی حقیقت کو جان لینے کے چکر میں
ہیں — وہ اسی چکر میں چکراتے پھر رہے ہیں اور انسپکٹر جمشید
ابھی تک منظرِ عام پر نہیں آئے — اور شاید ان کی کامیابی
بھی اسی بات میں ہے کہ وہ سامنے نہ آئیں — یا سامنے
آتے ہیں تو فائل کو ایسی جگہ چھوڑ آئیں — جہاں کسی کا ذہن
تک نہ پہنچ سکے۔"

"ہوں — باتیں تو یہ سب ٹھیک ہیں — لیکن ہم کیا کریں؟"

"آپ لوگ جا کر آرام کریں — ہم اس معاملے کو خود
دیکھ لیں گے اور صبح آپ حضرات کو رپورٹ دے دیں
گے۔" محمود نے کہا۔

"تم لوگ بھول رہے ہو — میں یہاں موجود ہوں۔"
سیاہ پوش بولا۔

"ابھی تک تو فائل کی کسی کو ہوا بھی نہیں لگ سکی — اب

تو میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اصلی فائل ابّا جان کے
پاس ہے۔" محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"اللہ کرے ایسا ہی ہو۔" آئی جی صاحب نے سرد
آہ بھری۔

عین اس وقت فون کی گھنٹی بجی۔

آئی جی صاحب نے ریسیور اُٹھایا تو دُوسری طرف سے
صدرِ مملکت کی آواز سُنائی دی:

"آئی جی نثار احمد بات کر رہا ہوں سر۔"

"آپ کی انسپکٹر جمشید کے گھر موجودگی کا مطلب ہے۔
مجھے درست اطلاع ملی ہے۔" ان کی گھبرائی ہوئی آواز سُنائی دی۔

"اور آپ کو کیا اطلاع ملی ہے سر؟"

"یہ کہ فائل ۱۱۹ خطرے میں ہے۔"

"یہ بات کہی جا سکتی ہے، لیکن چونکہ فائل انسپکٹر جمشید
کے حوالے کی گئی تھی۔ اس لیے ہمیں بے فکر بھی
رہنا چاہیے۔"

"لیکن انسپکٹر جمشید بھی آخر انسان ہیں۔"

"یہ بات تو ہے سر۔ لیکن اس وقت صورتِ حال
یہ ہے کہ انسپکٹر جمشید کے بارے میں کسی کو بھی معلوم
نہیں کہ کہاں ہیں۔ اور فائل کے بارے میں بھی بس وہی

جانتے ہیں۔ اتنا ضرور ہے کہ دشمن ممالک اس فائل کو
حاصل کرنے کے لیے اب تک ایڑی چوٹی کا زور لگا
چکے ہیں۔ اور یہاں اچھا خاصا ہنگامہ ہوا ہے۔ محمود،
فاروق، فرزانہ، بیگم جمشید اور اکرام نے مل کر اس ہنگامے
کا بہت خوب صورتی سے مقابلہ کیا ہے؛ تاہم ابھی کچھ
کہا نہیں جا سکتا کہ کون کتنے پانی میں ہے۔ دشمنوں نے
کتنے فی صد کامیابی اپنے منصوبے کے مطابق حاصل کی
ہے یا وہ کس حد تک ناکام رہے ہیں۔ اور ہم کہاں تک
کامیاب یا ناکام رہے ہیں۔ مطلب یہ سر کہ جب تک
انسپکٹر جمشید سامنے نہیں آئیں گے، صورتِ حال واضح نہیں
ہو گی۔ دشمن بھی یہاں موجود ہیں۔"

"بہت خوب! میں بھی وہیں آ رہا ہوں۔" انھوں نے
پُرجوش انداز میں کہا۔

"کیا کہا۔ آپ بھی یہاں آ رہے ہیں۔ لیکن سر۔
آپ آ کر کیا کریں گے۔ یہاں خطرہ ہی خطرہ ہے۔"

"تمام حالات میں ان کی زبانی سنوں گا۔ اور پھر ہم
انسپکٹر جمشید کا مل کر انتظار کریں گے۔"

"جیسے آپ کی مرضی سر۔"

"میں اسی وقت روانہ ہو رہا ہوں۔" صدر صاحب نے

کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

"لیجیے — اب صدر صاحب یہاں تشریف لا رہے ہیں۔"

"کوئی بات نہیں — اب ان سے بھی ملاقات ہو گی۔" سیاہ پوش ہنسا۔

اور پھر صدر صاحب بھی وہاں پہنچ گئے — ان کے ساتھ وزیرِ خارجہ اور ان کے سیکرٹری بھی تھے — انھوں نے بغور تمام حالات سُنے — پھر صدر صاحب نے کہا:

"تب تو اب انسپکٹر جمشید کو آ ہی جانا چاہیے۔"

"ضرور آ جانا چاہیے — لیکن سر — ہماری یہ آواز ان تک کس طرح پہنچ سکتی ہے۔"

"میرے خیال میں تو وہ یہاں سے زیادہ دُور نہیں ہوں گے — بلکہ آس پاس رہ کر سارے معاملے کو دیکھ رہے ہوں گے۔" صدر صاحب نے کہا۔

"یہ خیال ہمیں بھی کئی بار آیا ہے سر — لیکن اگر ایسا ہوتا تو وہ اب تک ضرور سامنے آ چکے ہوتے۔"

عین اس وقت دروازے کی گھنٹی بجی — انداز اِنسپکٹر جمشید کا تھا:

"ابا جان آ گئے۔" محمود، فاروق اور فرزانہ نے ایک ساتھ کہا۔

"چلیے مسئلہ حل ہو گیا۔" صدر صاحب مسکرائے۔

سیاہ پوش کا ایک ساتھی دروازے کی طرف گیا — دروازے پر واقعی اِنسپکٹر جمشید موجود تھے — انھوں نے جیسے کلاشن کوف والے کو دیکھا ہی نہیں — سیدھے اندر چلے آئے۔

"السلامُ علیکم!"

"وعلیکم السلام — جمشید — بہت راہ دکھائی۔" آئی جی صاحب شکایت بھرے انداز میں بولے۔

"میں کیا کرتا — مجبور تھا۔"

"فائل ۱۱۹ کہاں ہے؟"

"میرے پاس۔" انھوں نے پُرسکون آواز میں کہا۔

"بہت خوب! یہ ہوئی نا بات۔"

"تم جانتے ہو جمشید — یہاں اس فائل کی خاطر کتنا بڑا ہنگامہ ہوا ہے۔"

"جی ہاں! میں جانتا ہوں۔" انھوں نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب؟"

یہ سُن کر سب کے چہروں پر حیرت دوڑ گئی — پھر آئی جی صاحب بولے:

"تم نے کیا کہا جمشید — تم تمام حالات سے باخبر ہو۔"

"جی ہاں بالکل! اس لیے کہ میں یہاں سے کہیں بھی نہیں گیا تھا — نزدیک ہی ایک اونچے مکان کی کھڑکی سے سب کچھ دیکھتا رہا ہوں اور مسکراتا رہا ہوں۔"

"کیا مطلب — نزدیک کے مکان کی کھڑکی سے — آپ کا مطلب ہے — بیگم شیرازی کے ہاں؟"

"نہیں — میں اس مکان میں نہیں تھا — بلکہ سامنے والے مکانات میں سے ایک میں تھا۔"

"اس کا مطلب ہے — تم تو پھر ایک ایک بات سے واقف ہو؟"

"جی بالکل!"

"تب پھر یہ فائل کا چکر کیا ہے؟"

"فائل کا چکر بہت پُراسرار ہے — حیرت انگیز ہے۔ اور جب فائل میرے حوالے کی جا رہی تھی — اس وقت میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ اس قدر خطرناک بھی ہو سکتی ہے — فائل لے کر جب میں گھر پہنچا تو اسی وقت میرے اندر خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں اور مجھے یُوں محسوس ہوا جیسے کوئی پُراسرار طاقت یہ فائل مجھ سے چھیننے کی کوشش کر رہی ہے — میں نے اس فائل کا مطالعہ کیا،

اس کو پڑھ کر میں اس نتیجے پر پہنچا — کہ اس فائل کی ہوا اگر ہمارے کسی دشمن ملک کو لگ گئی تو اس کی حفاظت بہت مشکل ہو جائے گی، اس لیے کہ وہ ملک ہر ممکن طریقے سے اس کو حاصل کرنے کی کوشش کریں گے — اور تابڑ توڑ حملے کریں گے — کہیں کسی حملے میں ان کا پانسہ بھاری نہ پڑ جائے — لہٰذا میں نے فوری طور پر اس فائل کی ایک نقل تیار کی — بے معنی سا معاہدہ اس میں لکھ دیا اور فرضی دستخط کر دیے — کور پر نمبر ۱۱۹ لکھ دیا — اس کے بعد میں اپنے گھر سے نکل آیا — اس وقت فائل میرے سینے سے لگی تھی اور دل دھڑک رہا تھا — لیکن خیر گزری — اس وقت مجھ پر حملہ نہ ہوا — غالباً — ابھی ان لوگوں نے اپنا منصوبہ ترتیب نہیں دیا تھا — اور پھر میں نے ایک پڑوسی کے گھر ڈیرہ ڈال دیا — گھر سے یہ کہ کر نکلا تھا کہ تین روز کے لیے جا رہا ہوں — تین دن بعد رات کے وقت کسی وقت لوٹوں گا — اپنا یہ پروگرام میں نے دفتر میں بھی لکھ کر بھیج دیا — تاکہ سب کو معلوم ہو جائے اور دشمنوں کو بھی معلوم ہو جائے — اور انھیں جو کچھ کر گزرنا ہے، کر گزریں — لیکن ان لوگوں نے منصوبہ بندی

میں تین دن لگائے - ہر معاملے سے واقفیت حاصل
کی - اور پھر جا کر کام شروع کیا - جب انھوں نے
کام شروع کیا ، اسی رات میرا واپسی کا پروگرام گھر
والوں کو معلوم تھا - اور ایسے میں کام شروع ہو گیا -
سب سے پہلے ایک صاحب پائیں باغ میں داخل
ہوئے - انھوں نے ایک درخت پر چڑھ کر ایک آنکڑے
والی رسی چھت پر پھینکی - آنکڑا اٹک گیا تو وہ رسی
پر سے ہوتے ہوئے چھت پر پہنچ گئے - تھوڑی دیر
بعد وہ گھر سے باہر اسی راستے سے آ گئے - ان کے
ہاتھ میں کوئی فائل نہیں تھی - میں سمجھ گیا کہ وہ گھر
والوں کو یہ احساس دلانے آئے تھے کہ ان کے گھر
سے کوئی اہم ترین چیز اڑا لی گئی ہے - میں سمجھ گیا
کہ اب محمود، فاروق اور فرزانہ پریشان ہو گئے ہوں گے
اور اکرام کو بلائیں گے ؛ چنانچہ ایسا ہی ہوا - پھر آئی جی
صاحب کا فون موصول ہوا ...“

” لیکن ابا جان ! آپ کو فون کے بارے میں کس طرح
معلوم ہو سکتا تھا ؟“

” فون کی تار انھی پڑوسی کے گھر کی دیوار کے ساتھ
سے گزر رہی ہے - میں نے اس جگہ تار لگا کر ایک

سیٹ لگا لیا تھا - تاکہ جو فون بھی آئے ، سن سکوں -
آئی جی صاحب وہ فائل منگوا رہے تھے - گھر میں فائل
۱۱۹ موجود تھی -“

” ایک منٹ - جب موجود تھی تو پہلی بار ہی اجنبی کیوں
فائل نہیں لے گیا -“

” وہ جانتا تھا - یہ فائل نقلی ہے -“

” پھر انھوں نے اس نقلی فائل کو اڑانے کے لیے اتنا
لمبا چوڑا چکر کیوں چلایا ؟“

” وہ جانتے تھے - میں آس پاس ہی کہیں چھپا ہوا ہوں ،
وہ چاہتے تھے - میں پریشان ہو کر جلد از جلد میدان میں
آ جاؤں اور وہ مجھ سے اصلی فائل ۱۱۹ حاصل کر لیں -“

” اچھا خیر - آگے کہیے -“ سیکرٹری داخلہ بولے -

” محمود ، فاروق ، فرزانہ اور اکرام وہ نقلی فائل بھی اصلی
خیال کرتے ہوئے ان کے گھیرے سے نکال لائے -
اس کے بعد یہاں آپ لوگوں کی آمد شروع ہوئی - سیاہ
پوش صاحب بھی آ گئے - میں دیکھتا رہا ، مسکراتا رہا -
اس قدر ہل چل صرف فائل کے لیے مچائی گئی تھی - اس
لیے کہ یہ جانتے تھے - اصلی فائل اگر مل سکے گی تو
جمشید سے اور جمشید تین دن سے غائب ہے - لہٰذا اسے

میدان میں کس طرح لایا جائے — بس اس طرح میدان میں
لانے کی کوشش کی گئی — اب ذرا ہم ان سیاہ پوش صاحب
سے بات کریں گے — ہاں تو جناب! آپ کون ہیں اور
کیا چاہتے ہیں؟"

" اگر یہ بتانا ہوتا تو یہ سب کچھ کرنے کی کیا ضرورت
تھی — نقاب میں آنے کی کیا ضرورت تھی — ہم صرف وہ
فائل چاہتے ہیں اور بس۔" اس نے جلدی جلدی کہا۔

" وہ ایک انتہائی خفیہ معاہدہ ہے۔ اس قدر خفیہ کہ اس
معاہدے میں وزیرِ خارجہ تک کو شامل نہیں کیا گیا اور
یہ ایک حیران کُن ترین بات ہے — اس لیے کہ دوسرے
مُلکوں سے جو معاہدے ہوتے ہیں — وُہ تو کام ہے
وزیرِ خارجہ کا — لیکن یہ ایک ایسا معاہدہ ہے۔ جس میں
انھیں بھی شامل نہیں کیا گیا — صرف اور صرف دو مُلکوں
کے صدر اس میں شریک ہوئے تھے — اور تیسرا میں تھا۔
مجھے بھی صرف اس لیے شامل کیا گیا کہ معاہدے کی
حفاظت جو کرنا تھی — اور فائل میرے حوالے کرنا تھی؛
چنانچہ معاہدہ تحریر ہوا اور میرے حوالے کر دیا گیا —
لیکن بہرحال دشمنوں کو یہ ضرور معلوم ہو گیا کہ ایک
انتہائی خفیہ معاہدہ ہوا ہے — اب دشمن مُلکوں کو فکر شروع

ہو گئی — انھوں نے فوری طور پر منصوبے ترتیب دے
ڈالے — میرے گھر کو ہنگاموں کی زد میں لے آنے کا
پروگرام بنا لیا گیا — میں جانتا تھا — اس قسم کی کوششیں
ضرور ہوں گی، لہٰذا میں فائل گھر لے کر آیا، اس کی
نقل تیار کی اور اصل لے کر نکل گیا — بس ان سے
اتنی کوتاہی ہوئی کہ میرے نکلنے کے بعد گھر کے اردگرد
پہنچے — لیکن جلد ہی انھوں نے پتا چلا لیا کہ میں نکل
چکا ہوں — انھوں نے دو دن مسلسل میری واپسی کا انتظار
کیا، لیکن جب واپسی نہ ہوئی تو اپنا پروگرام شروع کرنے
پر تیار ہو گئے۔"

" آپ میری طرف توجہ نہیں دے رہے — فائل میرے
حوالے جلد از جلد کر دیں — ورنہ میں سب کو چھلنی کر دوں
گا۔" سیاہ پوش غرّایا۔

" بس رہنے دو — تم میں اتنا دم نہیں ہے — کلاشن
کوفیں نیچے رکھ دو اور خود باہر جا کر پولیس کی گاڑی
میں بیٹھ جاؤ — تاکہ تم لوگوں کو حوالات پہنچایا جا سکے۔"
انھوں نے منہ بنایا۔

وُہ ان کی بات سن کر حیران رہ گئے —

" یہ آپ کیا کہ رہے ہیں؟" وزیرِ خارجہ کے سیکرٹری بولے۔

"کیوں، کیا بات ہے؟"

"ان لوگوں کے ہاتھوں میں کھلونے نہیں — کلاشن کوفیں ہیں۔"

"تو پھر — کیا آپ چاہتے ہیں — میں چپ چپاتے فائل ان کے حوالے کر دوں؟" انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔

"نہیں۔" انھوں نے فوراً کہا۔

"تم لوگ کون ہو — اپنے نقاب اتار دو۔" انسپکٹر جمشید ان کی طرف بڑھے۔

"خبردار — ہم فائر کھول دیں گے۔"

"ضرور کھول دو — روکا کس نے ہے — لیکن میں تم لوگوں کے نقاب ضرور اتاروں گا۔" انھوں نے بدستور آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"خبردار — یہ آخری وارننگ ہے۔"

"اور اس کے بعد تم وارننگ نہیں دے سکو گے — چلو اچھا ہی ہے — وارننگوں سے تو چھٹی ملی۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

اب نقاب پوشوں نے رائفلیں بالکل سیدھی کر لیں — ان کا نشانہ ان سب کی طرف تھا۔

"خبردار۔" سیاہ پوش سرد آواز میں غرایا۔

"ج م — جم — شید — کیا کہہ رہے ہو؟" صدر صاحب کانپ گئے۔

لیکن انسپکٹر جمشید نہ رکے — وہ اس کی رائفل سے جا لگے — اس کی نال کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا اور ایک جھٹکا مارا — نقاب پوش اوندھے منہ گرا — اس کی رائفل ان کے ہاتھ میں آ گئی — انھوں نے گھٹنے پر اس کو مارا اور دو ٹکڑے کر دیے:

"ارے! یہ کیا — نقلی کلاشن کوف؟" ان سب کے منہ سے نکلا۔

"ہاں! بالکل اصلی کے مطابق — لیکن میں تو اندر آتے ہی دیکھ چکا تھا کہ یہ نقلی ہیں۔"

"اوہ! تو تم اس لیے نہیں ڈرے۔"

"نہیں خیر — یہ اصلی ہوتیں تو میں اس صورت میں بھی نہ ڈرتا۔"

"بہت خوب جمشید — تمھارا جواب نہیں۔"

اب ان کے نقاب اتارے گئے — اکرام نے چونک کر کہا:

"ارے! یہ تو شیدن ہے۔"

"شیدن — کون شیدن؟"

"کرائے کا بدمعاش — لیکن یہ یہاں نقلی کلاشن کوفیں کیوں لے کر آیا، جب کہ یہ اصلی بھی لا سکتا تھا۔"

"مجھے ہدایات ہی یہی تھیں — بس ڈرا دھمکا کر وہ فائل
حاصل کرنا تھی — لیکن یہ لوگ ڈرے ہی نہیں۔"

"تمھیں کس نے اس کام پر مقرر کیا تھا؟"

"کسی نامعلوم آدمی نے — پچاس ہزار روپے دیے
تھے اس نے — اور پچاس ہزار بعد میں دینے تھے۔
لیکن اس کی شرط بہت عجیب تھی — یہ کہ ہتھیار اصلی
نہیں لے کر جانا — اس شرط نے ہمیں بہت پریشان کیا
خیر ہم نے بالکل اصلی جیسی کلاشن کوفیں خریدیں اور یہاں آ
گئے، لیکن دال نہیں گلی۔"

"حیرت ہے — کس نے انھیں مقرر کیا — اور نقلی ہتھیار
لانے کی ہدایت کیوں کی؟" اکرام نے کہا۔

"اکرام — انھیں گرفتار کر لو — فائل کا کھیل اب ختم ہوا
صرف مجرم کو پکڑنا باقی ہے — تم بتاؤ شیدن — تم سے
اس نے رابطہ کس طرح کیا؟"

"فون کے ذریعے — میں ہوٹل میں رہتا ہوں — اور
اس کے فون پر مجھ سے بات کی جا سکتی ہے۔" اس نے کہا۔

"اور پچاس ہزار روپے اس نے کس طرح دیے؟"
انھوں نے پوچھا۔

"اس کا کوئی آدمی ہوٹل میں دے گیا تھا۔"

"اور میرے گھر میں رسی کے ذریعے سب سے پہلے
کون داخل ہوا تھا؟"

"مجھے نہیں معلوم۔" اس نے کہا۔

"خیر — کوئی بات نہیں — ہم معلوم کر لیں گے کہ وہ
کون تھا — جس نے یہ سارا چکر چلایا ہے۔"

انھیں ہتھکڑیاں لگا دی گئیں — اکرام کے ماتحت
انھیں لے گئے۔

"اب آپ سب حضرات بھی آرام کریں — فائل پوری
طرح محفوظ ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"آخر ہم لوگوں کو فون کون کرتا رہا ہے؟"

"وہی — جو فائل کو حاصل کرنے کے لیے بری طرح
تڑپ رہا ہے — انشارجہ نے اسے ہدایت کی ہے —
جیسے بھی ہو — وہ فائل ۱۱۹ یا اس کی کاپی حاصل
کرے۔" انھوں نے کہا۔

"اوہ — تو اس معاہدے کی فکر دراصل انشارجہ کو ہے۔"

"ہاں! اور ہمارے ملک میں انشارجہ کے ایجنٹ
بہت ہیں — اس قسم کے تمام کام ان سے ہی لیے
جاتے ہیں۔"

"لیکن جمشید — اس کیس کا اصلی مجرم کب گرفتار ہوگا۔"

میں اس کی گرفتاری جلد از جلد چاہتا ہوں۔"

"ان شاء اللہ — کل تک۔" وہ بولے۔

"بہت خوب! تب پھر ہم چلتے ہیں۔"

وہ سب وہاں سے رخصت ہوئے — انھوں نے دروازے پر انھیں ہاتھ ہلا ہلا کر رخصت کیا — سب سے آخر میں اکرام رخصت ہوا، جاتے وقت اس نے کہا:

"تو آپ مجھے نہیں روکیں گے۔"

"نہیں — اس لیے کہ اب ہم بھی آرام کریں گے۔ ساری رات ہنگامے میں گزر گئی — صبح تازہ دم اُٹھ کر اس کیس پر کام شروع کریں گے — تم صبح آ جانا دفتر کی کل چھٹی — اور انھیں سکول کی۔" انھوں نے جلدی جلدی کہا۔

"بہت خوب — مزا آ گیا۔" محمود، فاروق اور فرزانہ ایک ساتھ بولے۔

"چھٹی کے سلسلے میں تم تینوں بھی دوسرے بچوں سے مختلف نہیں ہو۔" وہ ہنس پڑے۔

اور اکرام چلا گیا — انھوں نے سونے کی ٹھانی:

"کیا آپ کا ارادہ واقعی سونے کا ہے؟"

"ہاں بھئی — میں بھی بہت تھکا ہوا ہوں۔"

"اور فائل کہاں ہے؟"

"محفوظ جگہ۔" وہ بولے۔

"مطلب یہ کہ آپ ہمیں بھی نہیں بتائیں گے؟"

"نہیں — اس لیے کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔" وہ مسکرائے۔

"لیکن ہمارے گھر کی دیواروں کے کان بہرے ہیں۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"ایسی بات نہیں ہے — اس وقت ان کے کان بہت لمبے ہیں — اگر کہو تو دکھا دیتا ہوں۔"

"جی — کیا مطلب؟"

"آؤ میرے ساتھ۔"

وہ انھیں صحن کی ایک دیوار تک لے آئے — اور سوئچ بورڈ کے نیچے لگا سیاہ بٹن اتار کر ان کے سامنے کر دیا —

"اوہ — حیرت ہے — یہ یہاں کس نے اور کب لگا دیا؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے — آنے والے اور جانے والے اتنے ہیں آج رات کہ کچھ بھی اندازہ نہیں ہو سکتا — لہٰذا اب ان لوگوں کو بھی آرام کرنا چاہیے — وہ اس

آلے کی مدد سے بھی کوئی بات نہیں جان سکتے ۔ میں
فائل کے بارے میں کسی کو بھی نہیں بتا سکتا ۔" انھوں نے
اس طرح کہا، جیسے کسی کو سُنا رہے ہوں ۔ اور تھی
بھی یہی بات ۔ اس آلے کے دُوسرے حصّے سے آخر کوئی
تو کان لگائے بیٹھا تھا ۔

اہم بات

دوسرے دن، وہ ناشتے کے دوران اس کیس پر باتیں
کر رہے تھے ۔ اکرام بھی آ چکا تھا ۔ اس آلے کو انھوں
نے جلا دیا تھا اور گھر کو اچھی طرح دیکھ بھال لیا تھا ۔
اور اب ان کے خیال کے مطابق ان کے گھر کی دیواروں
کے کان پھر سے بہرے ہو چکے تھے :
"اس کیس کی ایک بات بہت معمولی سی ہے، لیکن وہ
بہت اہم ثابت ہو سکتی ہے ۔"
"اور وہ کیا ہے سر ۔" اکرام بولا ۔
"پورے حالات میں نے غور سے سُنے ہیں ۔ اور تم مجھ سے
پہلے ہی جانتے ہو، لیکن تم نے اس پہلو پر غور نہیں کیا ۔"
"پہلے بتا دیں ۔ کر لیتے ہیں غور ۔ غور کرنے کی کیا بات
ہے ۔" فارُوق نے جلدی جلدی کہا ۔
"دشمنوں کو یہ بات کس طرح معلوم ہو گئی کہ ہم جب

خطرے میں ہوتے ہیں — اور ہمارے فون کے تار کاٹ
دیے جاتے ہیں — تو ہم کیا کرتے ہیں؟"
"ہم یہ کرتے ہیں کہ سوئچ بورڈ پر لگا ایک بٹن دبا
دیتے ہیں اور اس طرح بیگم شیرازی کے گھر میں گھنٹی
بجتی ہے — لہٰذا وہ فوراً پولیس اسٹیشن فون کر دیتی ہیں۔"
"بالکل ٹھیک ہے — میں تو یہ پوچھ رہا ہوں کہ ہمارے
دشمنوں کو یہ بات کس طرح معلوم ہو گئی؟"
"آنٹی بیگم شیرازی سے۔" محمود نے کہا۔
"تم ابھی تک نہیں سمجھے — میں کیا کہ رہا ہوں۔"
"چلیے بتائیے پھر..." فاروق بولا۔
"بھئی غور کرو نا۔"
"جی غور — اس میں غور کہاں سے ٹپک پڑا۔"
"اس بات پر بھی غور کر لو کہ اس میں غور کہاں سے
ٹپک پڑا۔" وہ مسکرائے۔
"جی — کیا مطلب؟"
"آخر دشمنوں کو بیگم شیرازی کا خیال کس طرح آ گیا؟"
"اوہ — اوہ۔"
"آؤ چلیں۔" انھوں نے پُرجوش انداز میں کہا۔
"جی کیا فرمایا — آؤ چلیں۔" وہ چونکے۔

"ہاں! جانا ہی ہوگا — کام کرنا ہے تو جانا بھی ہو
گا۔"
وہ اسی وقت گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہوئے — اور
پولیس اسٹیشن کے سامنے رُکے:
"ارے! یہ تو آپ ہمارے علاقے کے پولیس اسٹیشن
آ گئے ہیں۔"
"ہاں! بیگم شیرازی انھی کو فون کرتی ہیں نا۔"
"تو پھر؟" ان کے لہجے میں حیرت تھی۔
"آؤ — دیکھتے جاؤ۔" وہ بولے اور آگے بڑھ گئے۔
تھانے میں ہل چل سی مچ گئی — انسپکٹر جمشید کا کسی
تھانے میں آنا عام بات تو تھی نہیں — تھانے دار گھبرا گیا —
وہ اس کے کمرے میں آ کر بیٹھ گئے —
"آپ کا اور ہمارا ایک خاص تعلق ہے — ہے نا؟" وہ مسکرائے۔
"یس سر۔" اس نے گھبرا کر کہا۔
"اور وُہ تعلق کچھ یوں ہے کہ اگر کبھی ہمارے دشمن
ہمارا فون کا تار کاٹ دیتے ہیں تو ہم اپنی پڑوسن بیگم شیرازی
کو خبردار کرتے ہیں اور وہ آپ کو فون کرتی ہیں۔"
"بالکل ٹھیک سر — لیکن کل انھوں نے فون نہیں کیا،
ہم نے فون پر بتایا بھی تھا۔"

"میں یہ نہیں کہہ رہا کہ انھوں نے فون کیا تھا۔ اور آپ موقعے پر نہیں پہنچے تھے۔"

"تو پھر؟" وہ بولا۔

"رات ہمارے دشمن پہلے بیگم شیرازی کے گھر میں گھسے تھے۔ انھوں نے بیگم شیرازی کو باندھ دیا تھا — تاکہ وہ گھنٹی کی آواز سن کر آپ کو فون کر کے خبردار نہ کر سکیں۔"

"کیا!!!" وہ چلایا۔

"جی ہاں جناب — یہی بات ہے — آخر ہمارے دشمنوں کو اس انتظام کے بارے میں کس طرح پتا چل گیا؟"

"بھلا میں کس طرح بتا سکتا ہوں۔"

"کیوں جناب! بتا کیوں نہیں سکتے — یا تو اس معاملے میں آپ بتائیں گے یا آپ کے عملے میں سے کوئی بتائے گا — ہمارے دشمنوں کو یہ راز بہرحال یہاں سے بتایا گیا ہے۔"

"نن — نہیں۔" اس نے نفرت زدہ انداز میں کہا۔

"میں ثابت کر دوں گا یہ بات — ورنہ ہمیں صاف صاف بتا دیں۔" انھوں نے سرد آواز میں کہا۔

"اُف میرے مالک — یہ میں کس مصیبت میں پھنس گیا۔"

"لالچ انسان کو ہمیشہ بہت بُرا پھنسواتا ہے — لالچی لوگ

ایسی مصیبتیں مول لیتے ہی رہتے ہیں۔"

"کیا مطلب — آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"یہ کہ کسی کو لالچ دے کر یہ راز معلوم کیا گیا ہے۔"

"نہیں جناب — ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"تو پھر — میں ثابت کر دوں۔"

"ضرور کر دیں سر۔"

"اچھی بات ہے — آپ کا بنک کون سا ہے — بنک اکاؤنٹ نمبر کیا ہے؟"

"کیا!!!" وہ بُری طرح اُچھلا اور انسپکٹر جمشید مسکرا دیے۔

"کیوں! کیا ہو گیا — میں نے کوئی ایسی خطرناک بات پوچھ لی کیا؟"

"آپ میرے بنک کا نام اور اکاؤنٹ نمبر کیوں جاننا چاہتے ہیں؟"

"میں جاننا چاہتا ہوں — آپ کے اکاؤنٹ میں ان تین دن کے اندر کوئی بڑی رقم تو جمع نہیں کرائی گئی۔"

"نن — نہیں — ایسی کوئی بات نہیں — میرے پاس بڑی رقم کہاں سے آئے گی بھلا — میں تو ملازم آدمی ہوں۔"

"تب پھر بنک کا نام بتا دینے میں کیا حرج ہے؟"

"چھوڑیے اس بات کو — آپ بھی کس بات کے پیچھے پڑ

گئے۔" اس نے ہنس کر کہا۔

"یہ ایسی ویسی بات نہیں ہے — یہ راز یا تو آپ کو معلوم ہے — یا بیگم شیرازی کو — بیگم شیرازی ہم سے غداری نہیں کر سکتیں — لہٰذا وہ آپ ہی ہیں جن کے ذریعے ہمارے دشمنوں کو معلوم ہوا ہے کہ ہم آپ کو کس طرح خطرے سے آگاہ کرتے ہیں۔"

"نن — نہیں — ایسی کوئی بات نہیں۔"

"آپ صرف اکاؤنٹ نمبر بتائیں — اور بس۔"

اور آخر اسے اپنا نمبر بتانا پڑا — انھوں نے وہیں سے بنک مینجر کو فون کیا اور بولے:

"سب انسپکٹر نادر شاہ کے اکاؤنٹ میں ان تین دن کے اندر کتنی رقم جمع کرائی گئی ہے؟" یہ بات انھوں نے اپنا تعارف کرانے کے بعد کہی۔

"جی — پچیس ہزار روپے — پرسوں جمع کرائے گئے ہیں۔"

"بہت خوب! شکریہ۔" یہ کہ کر انھوں نے ریسیور رکھ دیا اور اس سے بولے:

"اب آپ بتائیں — پچیس ہزار روپے کہاں سے حاصل کیے؟"

وہ کچھ جواب نہ دے سکا — اور آخر اسے ہتھکڑیاں

لگا کر کمرۂ امتحان میں لایا گیا — کمرے میں داخل ہونے پر اس کی حالت غیر ہوگئی، لگا تھر تھر کانپنے اور پھر اس نے کہا:

"بس بس — میں یہ برداشت نہیں کر سکوں گا — میں نے واقعی پچیس ہزار روپے رشوت لے کر یہ سب باتیں ان لوگوں کو بتائی تھیں۔"

"بہت خوب! کن لوگوں کو — یہ بھی تو بتائیں نا۔"

"دو دن پہلے تین آدمی آئے تھے — انھوں نے صرف یہ پوچھا تھا کہ جب انسپکٹر جمشید کے گھر میں کوئی خطرناک صورتِ حال ہو اور فون کے تار کاٹ دیے جائیں تو وہ کیا کرتے ہیں؟ میں ان کا سوال سن کر چونک گیا اور انجان بن گیا — میں نے کہ دیا کہ مجھے کیا معلوم — آپ ان سے جا کر پوچھیں — اس پر انھوں نے پچیس ہزار کی پیش کش کی اور میں لالچ میں آگیا۔"

"بالکل ٹھیک — آپ نے پچیس ہزار لے کر یہ بات انھیں بتا دی — اب بتائیں، ان کے حلیے کیا تھے؟"

"حل — حل — حلیے۔"

"ہاں! حلیے۔" انھوں نے اسے گھورا۔

اس نے جو حلیے بتائیے — ان کو سن کر اکرام نے

بُرا سا منہ بنایا اور بولا :

"یہ فرضی حُلیے بتا رہا ہے۔"

"تو ہم اسے اصلی حُلیے بتانے پر مجبور کر دیتے ہیں، شکنجے کا بٹن دبا دو۔"

"نن - نہیں - نہیں - میں بتاتا ہوں۔"

"بلکہ تم نہ بتاؤ - میں بتا دیتا ہوں - تم صرف ہاں جی - یا نہ کرتے رہنا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا مطلب"؟ ان کے ساتھی حیران رہ گئے۔

"ہاں بھئی - میں بتا سکتا ہوں - اس کے پاس کون آیا تھا - اور گھنٹی بجانے کے جواب میں جو نقلی پولیس والے بند گاڑی لے کر پہنچے - وہ کون تھے - میں بتاتا ہوں۔"

"آخر آپ کیسے بتا سکتے ہیں"؟

"ان کے چہروں کو پڑھ کر - ان کا جرم ان کے چہروں پر بالکل صاف لکھا نظر آ رہا ہے - سنو مسٹر، تمھیں تو بس کسی نے ہدایات دی تھیں - کہ تمھیں گاڑیاں لے کر انسپکٹر جمشید کے گھر جانا ہے - ان کے بچے ایک فائل اٹھائے باہر نکلیں گے، انھیں بند گاڑی میں بٹھا کر لے جانا ہے - اور پھر آگے جا کر فرار کا موقع دے دینا ہے - اصل مقصد وہی تھا - ڈراما - تاکہ میں سامنے

آ جاؤں اور اصلی فائل ان کے ہاتھ لگ جائے اور وہ فائل انشارجہ پہنچا دی جائے۔"

"لیکن پولیس اسٹیشن والوں کو بھلا کون ہدایت دینے لگا۔"

"یہی تو ان سے پوچھنا ہے - اور اگر انھوں نے غلط نام بتایا تو پھر ان کی خیر نہیں۔"

اب جو انھوں نے سب انسپکٹر اور اس کے دوسرے ساتھیوں کی طرف دیکھا تو وہاں حیرت اور خوف بے تحاشا نظر آئے - ان کے جسموں میں تھرتھری دوڑ چکی تھی - آخر سب انسپکٹر نے کہا :

"تم - میں مجبور تھا - حکم نہ مانتا تو کیا کرتا۔"

"غلط - بالکل غلط - تم کہ سکتے تھے کہ ہم اس قسم کے حکم کی تعمیل نہیں کر سکتے - یہ بالکل غیر قانونی ہے - یا پھر آپ تحریری حکم ہمیں دیں - تم نے ایسا کیوں نہ کہا۔"

"بس میں ان کے رُعب میں آ گیا۔"

"اچھا خیر - تمھارے ساتھ بہت نرم برتاؤ کیا جائے گا - سزا معاف کرانے کی پوری کوشش میں کروں گا - تم صرف سُلطانی گواہ بن جاؤ - اور یہ بتا دو - کس نے تمھیں ایسا کرنے کے لیے کہا تھا؟"

"وزیرِ خارجہ نے۔"

"نن — نہیں۔" ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"یہی میرا اندازہ تھا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"لیکن آپ عدالت میں ان کے خلاف ثبوت کیا پیش کریں گے — سب انسپکٹر کے بیان کی تو ان کا وکیل دھجیاں اڑا دے گا۔" اکرام نے فکرمندانہ انداز میں کہا۔

"بس دیکھتے جاؤ۔" انھوں نے کہا، پھر بولے:

"ان سب کو کڑی نگرانی میں رکھو — کہیں یہ بات ہمارے مجرم کو معلوم نہ ہو جائے کہ ہم نے ان سے سب کچھ اگلوا لیا ہے۔"

"آؤ بھئی چلیں۔"

"تو کیا آپ مجھے ساتھ نہیں لے جائیں گے؟" اکرام نے گھبرا کر کہا۔

"نہیں — تمھارے لیے ان کی نگرانی بہت ضروری ہے، وہاں جو کچھ ہو گا — تمھیں تفصیل معلوم ہو ہی جائے گی۔"

"جی بہتر۔" اس نے مایوسانہ انداز میں کہا، کیونکہ وہ ان کے ساتھ رہ کر دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ مجرم کو کس طرح پھانستے ہیں۔

انسپکٹر جمشید نے آئی جی صاحب کو ساتھ لیا — اپنا منصوبہ انھیں بتایا اور وزیرِ خارجہ کے گھر پہنچے — انھوں نے

ڈرائنگ روم میں ان کا استقبال کیا:

"آپ لوگ اور یہاں؟"

"ہم نے ایک فیصلہ کیا ہے — فائل ۱۱۹ کی حفاظت ایک مسئلہ بن گئی ہے — انسپکٹر جمشید کے بارے میں دشمنوں کو معلوم ہو چکا ہے — لہٰذا اب فائل ان کے پاس نہیں رکھی جا سکتی — فائل اب آپ کے پاس رہے گی — لیکن اس طرح کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو — اور آپ کی کوٹھی کی حفاظت بھی خفیہ طور پر کی جاتی رہے گی — آپ اسے اپنی کوٹھی میں کسی خفیہ جگہ رکھیں — آپ کے علاوہ کسی کو معلوم نہ ہو۔"

"اوہ اچھا — آپ فکر نہ کریں — میں اس کی حفاظت کر لوں گا — اپنی جان کی بازی لگا کر بھی اگر اس کی حفاظت کرنا پڑی تو کروں گا۔"

"بہت خوب! ہمیں آپ سے یہی اُمید تھی۔"

اور وہ فائل انھیں دے کر باہر آ گئے — کوٹھی کے گرد پہلے ہی خفیہ فورس آ چکی تھی — ان کے گھر کے فون ٹیپ کیے جا چکے تھے اور اگر وہ کسی ٹرانسمٹر کے ذریعے کوئی پیغام انشادجہ بھیجنا چاہتے تو وہ بھی سُن لیا جاتا — اس کا انتظام بھی کر لیا گیا تھا۔

اُسی روز رات کو پیغام سُنا گیا — وزیرِ خارجہ کہہ رہے تھے:

"ہیلو — ہیلو — نمبر ۲۰۸ بات کر رہا ہوں — ضروری پیغام نوٹ کر لیا جائے — اور انشارجہ کے صدر تک پہنچا دیا جائے — میں نے فائل ۱۱۹ حاصل کر لی ہے — اور جلد از جلد آپ تک پہنچانے والا ہوں — اب آپ کو اپنا وعدہ پورا کرنا ہو گا — آیندہ انتخابات میں مجھے ہر حال میں جتوانا ہو گا — آیندہ پانچ سال کے لیے ملک کا وزیرِ اعظم مجھے بنانا ہو گا۔"

"او کے — آپ کا پیغام اسی وقت صدر کو پہنچایا جا رہا ہے — فکر نہ کریں — آپ سے کیا گیا وعدہ بھی پورا ہو گا — آپ جلد از جلد انشارجہ کے دَورے کا پروگرام بنا لیں۔"

"او کے — ایسا ہی ہو گا۔"

اور گفتگو بند کر دی گئی — یہ گفتگو نہ صرف سُنی گئی تھی — بلکہ ٹیپ بھی کی گئی تھی — اور ملک کے صدر کو بھی سُنائی گئی تھی — ان کی سٹی گم ہو گئی۔

"کیا یہ ثبوت کافی ہے جمشید؟" آئی جی صاحب بولے۔

"نہیں سر — ابھی ہم اس سے بھی زیادہ پختہ ثبوت

حاصل کریں گے — اس فائل کی مائیکرو کاپی بنوا کر انشارجہ ارسال کی جائے گی — ہم اس کاپی کو اپنے قبضے میں لیں گے — اس ملازم کو اپنے قبضے میں لیں گے — جو کسی ہوائی کمپنی کو وہ کاپی دینے کے لیے جائے گا اور ظاہر ہے — وہ کمپنی بھی انشارجہ کی ہو گی — اسے ہدایات دی جا چکی ہوں گی۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

دوسرے دن ہی وزیرِ خارجہ کا ایک ملازم گھر سے ایک کار میں نکلا — اس کا تعاقب خود انسپکٹر جمشید نے کیا — اور جب وہ ہوائی کمپنی کے دفتر کے سامنے کار سے اُتر کر اندر جانے لگا تو انسپکٹر جمشید اچانک اس کے سامنے آ گئے — ان کے ہاتھ میں پستول بھی تھا۔

"ہاتھ اُوپر اُٹھا دو مسٹر۔"

وہ بُری طرح اُچھلا — چہرے کا رنگ فق ہو گیا:

"کیا — کیا — کیا بات ہے سر؟"

"تمھاری تلاشی لوں گا۔"

"لیکن میں نے کیا کیا ہے؟"

"تم یہاں کیا چیز لے کر آئے ہو؟"

"اپنے سر کا ایک پیغام — جو انشارجہ بھیجنا ہے —

اس قسم کے کام تو میں پہلے بھی کرتا رہا ہوں۔" اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے — تم ان کے ملازم ہو — جو کام وہ دیں گے — تم کرو گے — لیکن ہم اس چیز کا جائزہ لینا چاہتے ہیں — جو انشارجہ بھیجی جا رہی ہے۔"

"لیکن میں ان کی اجازت کے بغیر آپ کو وہ چیز کس طرح دکھا سکتا ہوں — وہ مجھ پر ناراض ہوں گے۔"

"اور میں دعویٰ کرتا ہوں — وہ ناراض نہیں ہو سکیں گے۔"

"جی — کیا مطلب؟"

"میری باتیں تمھاری سمجھ میں نہیں آئیں گی — تم بس وہ چیز میرے حوالے کر دو۔"

اس پورے منظر کو فلمایا بھی جا رہا تھا — اور وہ یہ بات بھی بھانپ چکا تھا — آخر اسے وہ چیز نکال کر دینا پڑی — وہ مائیکرو کاپی ہی تھی — اسے بھی کیمرے میں محفوظ کر لیا گیا — اب ثبوت مکمل تھا — صدر صاحب کو یہ ثبوت دکھایا گیا — آخر انھوں نے مجرم کے وارنٹ گرفتاری انسپکٹر جمشید کو دے دیے — پھر جونہی وزیرِ خارجہ کی گرفتاری کی خبر بڑے بڑے لوگوں کو ہوئی — وہ سب صدر صاحب کے پاس پہنچ گئے — اور لگے اس کی سفارش کرنے — انھوں نے طرح

طرح کے خیال دلائے کہ اس طرح ملک کی بہت زیادہ بدنامی ہو گی — اتنے بڑے عہدے کا آدمی اگر غدار ثابت ہو گیا تو دوسرے ملک ہمارا خوب مذاق اڑائیں گے — دوسرے یہ کہ انشارجہ انتقامی کارروائیوں پر اُتر آئے گا — اور پھر ہمارے ملک کا اللہ ہی حافظ ہے — لہٰذا آپ معاملے سے درگزر کریں — آپ بے شک انھیں وزارت کے عہدے پر نہ رہنے دیں، لمبی چھٹی پر کسی دوسرے ملک سیر سپاٹے کے لیے بھیج دیں — اس طرح کسی کو پتا بھی نہیں چلے گا —

ان حالات میں انشارجہ کا فون بھی آ گیا — اس نے بھی یہی تجویز رکھی کہ وزیر صاحب کو سزا نہ دی جائے، بلکہ باعزت کسی دوسرے ملک بھیج دیا جائے — اگر ایسا نہ کیا گیا تو آپ کے ملک کی ہر لحاظ سے اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے گی —

اس فون اور بڑے لوگوں کے دباؤ نے صدر صاحب کو پریشان کر دیا اور وہ یہ سوچنے لگے کہ اب ایسا ہی کرنا پڑے گا — لیکن مشورہ انھوں نے انسپکٹر جمشید سے لیا — وہ سن کر بولے:

"نہیں سر — اگر آج آپ نے اس بڑے مجرم

کو چھوڑ دیا تو کل اور بڑے مُجرم سر اُٹھائیں
گے اور اگر آج آپ نے نرمی نہ کی تو کل کسی
کو غداری کی جرأت نہیں ہو گی ۔ اور پھر ہمارے
نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا تھا کہ پہلی
قومیں اس لیے تباہ ہوئیں کہ جب ان کا کوئی بڑا
جرم کرتا تو وہ اسے معاف کر دیتے اور جب کوئی
چھوٹا جرم کرتا تو اسے سزا دیتے ۔ یہ الفاظ آپ
صلی اللہ علیہ وسلّم نے فاطمہ نامی عورت کے چوری کرنے
پر ارشاد فرمائے تھے ، کیونکہ اس عورت کی سفارش
لے کر بڑے بڑے لوگ آئے تھے ۔ آپ صلی اللہ
علیہ وسلّم نے ان کی سفارشات سُن کر یہ الفاظ
فرمائے اور یہ بھی فرمایا کہ اگر میری بیٹی فاطمہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی چوری کرتی تو میں اس کا
بھی ہاتھ کاٹ ڈالتا ۔ مطلب یہ کہ حضور نبیؐ کریم
صلی اللہ علیہ وسلّم نے سفارش نہیں مانی تھی ۔ اور
اس طرح پھر کسی میں چوری کرنے کی جرأت
نہیں ہوئی تھی ۔ آپ نے بھی اگر یہ سزا برقرار رکھی
تو کسی میں غداری کی جرأت پیدا نہ ہو گی ۔"
انسپکٹر جمشید یہ کہہ کر خاموش ہو گئے ۔ صدر صاحب

کی آنکھوں میں یہ مثال سُن کر آنسو آ گئے اور انھوں
نے کہا :
"ٹھیک ہے جمشید ۔ اب اس مُجرم کو معاف نہیں کیا
جائے گا ۔ جو ہوتا ہے ، ہو جاتے ۔"
اور ان کے چہرے کھل اُٹھے ۔ سفارشیوں کے چہرے
مُرجھا گئے ۔ پھر وُہ گھر روانہ ہوتے ۔
"اوہو ۔ ایک اہم بات تو رہ ہی گئے ۔ اس فائل میں
آخر ایسا کون سا معاہدہ ہے ۔ جس کے لیے اتنے پاپڑ
بیلے گئے ۔" ایسے میں فاروق نے چونک کر کہا ۔
"ایک بڑے ترقی یافتہ ملک سے ہم نے ایک خفیہ معاہدہ
کیا ہے ۔ انتہائی خفیہ ۔ صرف تم تینوں کو بتا رہا ہوں ۔
انشارجہ ہمارا ایٹمی پلانٹ ہر قیمت پر بند کروا دینا چاہتا
ہے ۔ اس کے لیے اس نے اَن گنت کوششیں شروع
کر رکھی ہیں ۔ اپنی مرضی کی حکومت کو لانے کے چکر
میں ہے ۔ ان حالات میں ہم نے یہ معاہدہ کیا ہے ،
ایک اور خفیہ ایٹمی پلانٹ لگایا جائے گا ۔ اور وُہ مُلک
اس کی تیاری کے سلسلے میں بھر پور امداد دے گا ۔
اب اگر انشارجہ کو یہ معاہدہ معلوم ہو جائے تو وُہ
اس مُلک کو ایسا ہرگز نہیں کرنے دے گا ۔ ساری

دُنیا کا دباؤ اس پر ڈال دے گا، لٰہذا اسے پوری طرح خفیہ ہی رکھا جائے گا۔"

"بہت خوب! یہ تو کچھ زیادہ ہی خفیہ معاملہ ہے — اور آپ نے فائل کہاں رکھی ہوئی ہے؟"

"شی — دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔" انھوں نے ہونٹوں پر اُنگلی رکھ کر کہا — اور وُہ مسکرانے لگے —

فائدے کی بات

○ ان شاءاللہ آئندہ ماہ آپ ناول "کیسی وارداتیں"، "چوریاں"، "سرجال کی رُوح"، "قاتل"، "مشینی مخلوق"، "زلزلے کا فرار"، "خوفزدہ آدمی"، "نقلی چہرہ"، "گڑیا کا چکر" اور "بلا عنوان" پڑھیں گے —

○ ہر ناول کی قیمت دس روپے ہے —

○ تمام ناولوں کی کُل قیمت ایک سو روپے بنتی ہے، لیکن ادارے سے منگوانے پر آپ کو یہ ناول رعایتی قیمت پر صرف اَسّی روپے میں ملیں گے۔

○ اگر آپ اِنسپکٹر جمشید سیریز کے نئے چار ناول منگوانا چاہتے ہیں تو ادارہ آپ سے چالیس روپے کی بجائے رعایتی قیمت اکتیس روپے وصول کرے گا۔ ناول بذریعہ وی پی ارسال کیے جاتے ہیں —

○ پوسٹ مین آپ سے رعایتی قیمت سے پانچ روپے زائد وصول کرے گا۔ اس طرح آپ کو ناول گھر بیٹھے ملنے کے ساتھ ساتھ چار نئے ناولوں پر چار روپے اور مکمل سیٹ پر پندرہ روپے کی بچت ہوگی۔

○ ہے نا فائدے کی بات — خط لکھ کر آرڈر دیں — شکریہ!

اشتیاق پبلی کیشنز، ۱۲/۹ نصیر آباد، سانده کلاں لاہور